رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ و ہم مشتمل ست

بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بتدریج شہور

مسمے بہ

الہادی

جلد (۶) | بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر (۲)

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارۂ محمد عثمان عامی و رہبر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بہ بندگان نذر بر صدق رسید گردد

لہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث اقض بیننا بکتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۷ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

مقاصد و ضوابط رسالہ الہادی

۱۔ اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

۳۔ ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع پہونچتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ مع محصولڈاک علاوہ ازیں حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی پی کی صورت میں بہ خرچ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے عہ کا وی۔پی روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔

۵۔ ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے

۶۔ رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

۷۔ رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے بجائے عہ کے مع محصول کے (عہ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم

محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

(سبحان اللہ! تمھارے سامنے کیا چیز آرہی ہے اور تم کس کا استقبال کررہے ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی (خاص) وحی نازل ہوئی ہے فرمایا نہیں عرض کیا پھر کیا کوئی دشمن آرہا ہے فرمایا نہیں عرض کیا پھر کیا بات ہے فرمایا (وہ عجیب بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ رمضان کی پہلی رات ہی میں اس قبلہ کے تمام ماننے والوں کو بخشدیتے ہیں اور حضور نے اپنے دست مبارک سے قبلہ کیطرف اشارہ فرمایا۔ ایک شخص یہ بات سُنکر حضور کے سامنے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا واہ واہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کیا تیرے دل نے اسکی تصدیق کی ہے (اسلئے سر ہلاتا ہے یا اور کوئی سبب ہے) کہا یہ بات نہیں بلکہ مجھے منافق کا خیال آگیا (کہ وہ بھی بخشا گیا کیونکہ اہل قبلہ میں تو بظاہر وہ بھی شامل ہے) حضور نے فرمایا کہ منافقین تو کافر ہیں اور کافروں کے لیے اِس (بشارت) میں کوئی حصہ نہیں اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کرکے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو عجیب ہے کیونکہ مجھے خلف ابو الربیع اور اُس کے شاگرد عمرو بن حمزہ قیس کے متعلق جرح و تعدیل کچھ معلوم نہیں۔ (حافظ) منذری فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور انمیں کوئی جرح بیان نہیں کی واللہ اعلم)

۴۹

(۲۹) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ فرمایا اور اُسکی فضیلت تمام مہینوں پر ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان میں محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کرے (مراد تراویح ہی) وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے آج ہی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اسکو نسائی نے روایت کیا اور کہا یہ (حدیث عبدالرحمن بن عوف کی روایت سے) خطا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہے۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو مسنون کیا ہے۔ پس جو شخص رمضان کا روزہ رکھے اور (رات کو) قیام کرے محض ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسنون فرمایا ہے اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی پھر فرضیت کے اندیشہ سے جماعت کو ترک کر دیا پس غیر مقلدوں کا اسکو سنتِ عمری کہنا غلط ہے۔ حضرت عمر نے صرف اتنا کیا ہے کہ تراویح کی جماعت کے لیے ایک مستقل امام مقرر فرمایا پہلے ایک امام کی تعیین نہ تھی بلکہ مسجد میں بہت سے حفاظ کے ساتھ الگ الگ جماعت ہوتی تھی۔ جس سے سامعین کو پریشانی ہوتی حضرت عمر نے تعدد جماعت کو بند کر کے ایک جماعت ایک امام کے ساتھ مقرر فرما دی رہی رکعات کی شمار تو حضرات خلفاء راشدین سے تو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعات اور تین وتر کے ساتھ قیام کرتے تھے اور ابن عباس کی ایک حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعات کا پڑھنا ثابت ہے مگر اسکی سند میں محدثین کو کلام ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ اصول حدیث کے موافق یہ حدیث حسن سے کم نہیں اس لیے اس کا قبول کرنا لازم ہے تفصیل اس بحث کی اعلاء السنن میں موجود ہے)

۵۰

(۳۰) حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اوس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں لا الٰہ الا اللّٰہ و محمد رسول اللہ کا دل سے اقرار کرلوں اور پانچوں نمازیں پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں اور رمضان کا روزہ رکھوں اور اُس کا قیام بجالاؤں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو صدیقین و شہداء میں سے ہوگا اسکو بزار نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور یہ الفاظ ابن حبان کے ہیں۔

(۳۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبِ قدر میں محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کرے (یعنے شب بیدار رہے اور نماز پڑھے) اُس کے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے اس کو شیخین نے صحیحین میں روایت کیا ہے جیسا اوپر گذر چکا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جو شخص شب قدر میں قیام کرے اور اوسکو پائے بھی اور غالباً حضور نے

یہ بھی فرمایا کہ محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کرے اس کے اگلے گناہ بخشدیئے جائیں گے اور احمد نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کے واسطہ سے عمرو بن عبدالرحمٰن سے عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو شب قدر سے اطلاع دی اور فرمایا وہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اکیسویں یا تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں رات میں یا رمضان کی اخیر رات میں ہوتی ہے جو شخص طلب ثواب کیوجہ سے اس میں قیام کرے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخشدیئے جائیں گے (حافظ منذری فرماتے ہیں کہ) یہ زیادتی حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں اس باب کے شروع میں بھی گذر چکی ہے (یعنی پچھلے گناہوں کا معاف ہو جانا جیسا اس روایت میں بھی آیا ہے جو پہلے گذر چکی ملاحظہ ہو مل)

(۳۲) امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کسی معتبر ثقہ عالم سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں یا پہلی امتوں میں سے بعض لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں تو شاید آپ نے اپنی امت کی عمروں کو کم دیکھ کر یہ سمجھا کہ میری امت عمل کے اس درجہ کو نہ پہونچ سکے گی جسکو دوسری امتیں پہونچی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر و افضل ہے۔ اسکو امام مالک نے اسطرح (بلاغاً) موطا میں روایت کیا ہے (پوری سند نہیں بیان کی مگر امام مالک کا بلاغ حجت ہے جیسا امام بخاری کی تعلیقات حجت ہیں جبکہ جزم کی ساتھ مذکور ہوں۔

رمضان میں بدون کسی عذر کے روزہ نہ رکھنے پر وعید

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ بدون کسی بیماری اور رخصت کے نہ رکھے تو اسکی تلافی تمام زمانہ کے روزوں سے بھی نہ ہو سکے گی گو سارے زمانہ کا روزہ رکھے اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور الفاظ انہی کے ہیں اور ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ

و ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے سب کے سب ابن المطوس اور بقول بعض ابو المطوس کے واسطہ سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں اور بخاری نے اسکو بدون جزم کے تعلیقاً روایت کیا ہے ترمذی کہتے ہیں کہ ہم اسکو بجز اِس سند کے اور کسی طریق سے نہیں جانتے اور میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ابو المطوس کا نام یزید بن المطوس ہے اور اس حدیث کے سوا اُن کی اور کوئی حدیث مجھے معلوم نہیں اور امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ابو المطوس کے باپ کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ہے یا نہیں اور ابن حبان نے کہا ہے کہ جس حدیث کی روایت میں وہ متفرد ہو اُس سے احتجاج جائز نہیں واللہ اعلم

(۲) ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں ایک بار سو رہا تھا کہ میرے پاس دو شخص آئے انہوں نے میرے بازو پکڑے اور ایک دشوار گذار پہاڑ پر لے گئے اور مجھ سے کہا اوپر چڑھو میں نے کہا مجھے اس کی طاقت نہیں انہوں نے کہا کہ ہم اسکو آپ کے لیے آسان کر دیں گے تو میں اوپر چڑھ گیا جب پہاڑ کے بیچ میں پہونچا تو دفعۃً سخت آوازیں مجھے سنائی دیں میں نے کہا یہ کیسی آوازیں ہیں کہا یہ دوزخیوں کی چیخ پکار ہے۔ پھر وہ مجھکو آگے لے چلے تو مجھے ایسے لوگ نظر پڑے جو ایڑی کے بل اُلٹے لٹکائے گئے ہیں اور اُنکی باچھیں چیر دی گئی ہیں اُن کی باچھوں سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہا یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ کھلنے[1] سے پہلے افطار کر لیا کرتے تھے الحدیث اسکو ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے +

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور حماد بن زید (راوی) کا قول یہ ہے کہ میرے علم میں ابن عباس نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف مرفوع کیا ہے کہ حضور نے فرمایا اسلام کے دستے اور دین کی بنیادیں تین ہیں جنپر اسلام کی

52

[1] قوله قبل تحلة صومهم معناه يفطرون قبل وقت الافطار ۱۲ منه

(باقی آئندہ)

کی عمارت قایم ہے جو شخص ان میں سے ایک کو بھی چھوڑے گا وہ اسکی وجہ سے کافر حلال الدم ہو جائے گا ایک لا الہ الا اللہ کا دل وزبان سے اقرار دوسرے فرض نماز تیسرے رمضان کا روزہ اسکو ابو یعلی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک کو بھی ترک کرے گا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرنیوالا ہے اُس کی نہ فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل اُس کا خون اور مال حلال ہوگیا (حافظ) منذری رح فرماتے ہیں کہ نماز ترک کرنے کی وعید میں اس مضمون کی بہت سی احادیث گذر چکی ہیں ✣

ف سلف کا اور جمہور علماء امت کا اسپر اجماع ہے کہ جو شخص نماز روزہ کو فرض جانتا ہو فرضیت کا انکار نکرتا ہو پھر سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز روزہ ترک کرے تو وہ کافر نہوگا ہاں فاسق ہو جائے گا پس یہ احادیث اُس صورت پر محمول ہیں جبکہ ترک صلوۃ و صوم کا منشا انکار فرضیت ہو یا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے کافروں جیسا کام کیا کیونکہ صلوۃ و صوم کا ترک کرنا مسلمانوں کا کام نہیں اور بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ احادیث وعید میں تاویل نہ کرنا چاہیئے تاکہ وعید کا اثر کمزور نہو واللہ اعلم ۱۲)

۵۳

ماہ شوال میں چھ روزہ رکھنے کی ترغیب

(۱) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے اُس نے گویا سال بھر کے روزے رکھے اسکو مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی سند صحیح سے اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ہر دن کے عوض دس دن کے روزوں کا ثواب ہوگا حضور نے فرمایا ہاں ✣

(۲) حضرت ثوبان سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے اس نے گویا پورے سال کے روزے رکھے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها

جو ایک نیکی کرتا ہے اسکو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اسکو ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کیا ہے پس ایک مہینہ تو دس مہینوں کے برابر ہو گیا اور عید الفطر کے بعد چھ روزوں سے سال پورا ہو گیا۔ اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رمضان کے روزے تو دس مہینوں کے برابر ہو گئے اور اس کے بعد چھ روزے دو مہینوں کے برابر ہیں۔ پس یہ سال بھر کے روزے ہوئے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ اور شوال میں چھ دن کے روزے رکھے اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ اور اس حدیث کو احمد و بزار و طبرانی نے حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے پیچھے شوال میں چھ روزے رکھے اس نے گویا سال بھر روزے رکھے اسکو بزار نے چند طرق سے روایت کیا ہے اور ایک طریق کی سند صحیح ہے اور طبرانی نے اوسط میں اسکو ایسی سند سے جو قابل غور ہے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے پے در پے رکھے گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔

(۴) عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسا اس دن پاک تھا جس دن اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

ف۔ ان احادیث سے شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت ظاہر ہے اور یہ حضور نے فرمایا ہے کہ اس سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملیگا اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسکو تین سو ساٹھ دن کے روزوں کا ثواب ملیگا اور یہ مطلب نہیں کہ سال بھر جو شخص روزہ رکھے اسکو اس شخص سے زیادہ ثواب ملیگا جس نے رمضان کے بعد

۵۴

شوال میں چھ روزے رکھے ہیں کیونکہ جب ایک روزہ کا ثواب دس روزوں کے برابر ہے تو جو سال بھر روزے رکھے گا اُسکو ساڑھے تین سو روزوں[عہ] کا ثواب تین ہزار پانچسو روزوں کے برابر ملیگا خوب سمجھ لو اور جن احادیث میں صوم الدہر کی ممانعت وارد ہے اُن کا مطلب آگے معلوم ہو جائے گا۔

ف عوام میں مشہور ہے کہ شش عید کے روزوں کا یہ ثواب اُسیوقت ملیگا جبکہ عید الفطر کے بعد ایک روزہ متصل رکھ لیا جائے اس قید کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ شوال کے مہینے کے اندر اندر جب بھی چھ روزے رکھ دیئے جائیں گے یہ ثواب مل جائے گا البتہ طبرانی کی ایک روایت سے جسکی سند قابل غور ہے (مگر زیادہ ضعیف اور موضوع نہیں) یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھ روزے پے درپے[عہ] رکھنا چاہیں۔ متفرقاً نہ رکھے جائیں اس لیے یہ تو اختیار ہے کہ خواہ عید الفطر کے بعد فوراً رکھے یا وسط شوال میں یا اخیر مہینہ میں مگر بہتر یہ ہے کہ چھ دن متواتر روزہ رکھا جائے۔ اور چونکہ صحیح حدیثوں میں یہ قید مذکور نہیں جو طبرانی کی روایت میں مذکور ہے اسلئے اگر تفریق کیساتھ بھی چھ دن پورے کر دیے جائیں گے جب بھی اُمید قوی ہے کہ وہ ثواب جو حدیثوں میں مذکور ہے اس صورت میں بھی مل جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

۵۵

ف بعض علما نے فرمایا ہے کہ شوال کے چھ روزوں کو رمضان سے وہ تعلق ہے۔ جو فرض نماز کے بعد کی سنتوں کو فرض نماز سے تعلق ہوتا ہے ۱۲ مترجم

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ترغیب اُس شخص کیلئے جو اُس دن میدان عرفات میں نہو اور اسدن میں حج کرنیوالیکو اس سے ممانعت کا بیان

(۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عہ قمری سال کے تین سو چپن دن ہوتے ہیں چونکہ سال بھر میں پانچ دن روزہ رکھنا ممنوع ہے یعنی عیدین و ایام تشریق اسلئے ساڑھے تین سو دن کی گنتی لگائی گئی

عہ اور امام ابو یوسف سے جو تتابع کی کراہت منقول ہے وہ روایت ضعیف ہے، یا یہ مطلب ہے کہ ایسا تتابع مکروہ ہے جس میں عید الفطر کے دن بھی روزہ رکھا جائے اور اگر ان سے یہ روایت ہو بھی تو اسپر محمول کیا جائے گا کہ اُن کو کسی حدیث سے تتابع کی قید معلوم نہیں ہوئی۔ ۱۲ ظ۔

عرفہ کے روزہ کی بابت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ سال گذشتہ اور سال آیندہ (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور اُسی کے یہ الفاظ ہیں اور ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ و ترمذی نے بہی روایت کیا ہے ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے روزہ کی بابت مجھے اللہ تعالی سے امید یہ ہے کہ وہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے اور ابن ماجہ نے قتادہ بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے عرفہ کے دن روزہ رکہا اُس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(۲) عطار خراسانی سے روایت ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن حضرت عائشہ کے پاس گئے اُس وقت حضرت عائشہ روزہ سے تہیں اور اُن کے اوپر پانی ڈالا جارہا تہا (شاید روزہ کی وجہ سے گرمی اور پیاس کی تکلیف ہوگی) تو عبد الرحمن نے کہا آپ روزہ توڑ دیجئے حضرت عائشہ نے فرمایا میں اِسی روزہ کو توڑ دوں جسکی بابت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ اُس سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے جو پہلے گذر چکا ہے۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے مگر عطار خراسانی کا عبد الرحمن بن ابی بکر سے سماع ثابت نہیں ہے۔

۵۶

(۳) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکہے اُس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخشدیے جاتے ہیں اسکو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۴) ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکہے اُس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں اور جو عاشورا کا روزہ رکہے اُس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسکو طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(باقی آیندہ)

ڈراؤنی آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا بادشاہ یہ جواب سنکر غصہ میں بھر گیا اور پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی کیا تم شرعی کوتوال ہو کہ لوگوں کے کاموں کی دیکھ بھال کرتے پھرتے ہو شیخ نے فرمایا کہ ہاں شرعی کوتوال ہوں بادشاہ نے پوچھا کہ تم کو کسنے کوتوال بنایا ہے فرمایا کہ جس نے تجھے بادشاہ بنایا ہے بادشاہ نے پوچھا کوئی دلیل ہے فرمایا کہ ہاں یہ آیت ہے یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ (ترجمہ) اے میرے بیٹے نماز اچھی طرح پڑھا کرنا اور اچھے کاموں کا دوسروں کو حکم کرتے رہنا اور بُرے کاموں سے روکنا۔ اور جو کچھ تمکو مصیبت پہونچے اُسپر صبر کرنا حاصل یہ کہ بُرے کاموں سے روکنے کا آیت میں حکم ہے اسلئے ہر مسلمان کو حق ہے کہ بُری بات پر روک ٹوک کرے بادشاہ نے جو یہ نڈر پنے کی باتیں سنیں تو اسپر بڑا اثر ہوا اور کہا کہ ہم نے تم کو آج سے کوتوال بنا دیا مگر ایک بات بتاؤ کہ ایک مٹکا تم نے کیوں چھوڑ دیا فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابوالحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرا میں نے اسیوقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے توڑے تھے اگر اب توڑوں گا تو وہ نفس کے لیے ہو گا اس لیے دسواں مٹکا چھوڑ دیا بادشاہ پر اس کا بہت اثر ہوا کتابوں میں ایسی ہی حکایت حضرت علیؓ کی لکھی ہے کہ آپ ایک کافر کے قتل کرنے کے واسطے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اُس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اُتر پڑے اور اسکو چھوڑ دیا اُس نے پوچھا کہ باوجود اس کے کہ آپ مجھپر غالب ہو گئے تھے اور میں پوری طرح آپ کے قبضہ میں آگیا تھا پھر میں نے گستاخی بھی سخت کی ان باتوں کے ہوتے ہُوئے کیا وجہ ہوئی کہ آپ الگ ہو گئے اور مجھے قتل نہیں کیا فرمایا کہ تیرے تھوکنے سے پہلے تو میری نیت اللہ کے واسطے تجھکو مارنے کی تھی اور جب تو نے تھوکا تو مجھے غصہ آگیا اور نفس نے کہا کہ جلدی اس گستاخ کا کام تمام کر دو تو اب نفس کی شرکت ہو گئی تھی

۱۳

اب اگر قتل کرتا تو خالص اللہ کے واسطے ہوتا اِس لیے میں نے چھوڑ دیا وہ یہ دیکھکر مسلمان ہوگیا یہ شکایت تو اِس مناسبت سے بیان کی گئی کہ جیسے حضرت ابوالحسن نوری نے خالص اللہ کے لیئے شراب کے مٹکے توڑنے شروع کیئے تھے اور جب نفس کی شرکت ہوئی تو ہاتھ روک لیا ایسا ہی حضرت علیؓ کا بھی قصہ ہے باقی مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ جیسے حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ نے بادشاہ کے منہ پر حق بات کہی اور ذرا نہیں دبے اگر کوئی ایسا پکا ہو تو اسکو امیروں سے ملنے کا ڈر نہیں بے کھٹکے اُن کے پاس جائے اور انکو اچھے کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے منع کرے اور اگر انکی ہاں میں ہاں ملانا پڑے اور حق بات نہ کہہ سکے تو اُس کے لیے یہی بہتر ہے کہ امیروں سے بچا رہے۔

حدیث میں ہے کہ مولوی دین کے امانت دار ہیں جب تک امیروں اور حاکموں سے میل جول نہ کریں اور جب امیروں اور حاکموں سے میل جول کرنے لگیں تو وہ دین کے لٹیرے ہیں چنانچہ تھوڑے دنوں کا قصہ ہے

ایک عورت کی ایک مرد سے آشنائی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح خاوند سے چھوٹ کر آشنا سے نکاح ہو جاوے ایک ایسے ہی مولوی صاحب نے جو دین کے لٹیرے تھے اسکو ترکیب بتائی کہ تو کافر ہو جا نکاح ٹوٹ جاوے گا پھر توبہ کرکے دوسرے سے نکاح کرلینا خدا کی پناہ ایسے ہی ظالموں نے مولویوں کو بدنام کیا ہے غرض جو لوگ علم رکھتے ہیں انہیں بھی یہ نفسانی خواہش کی پیروی کا مرض اس رنگ سے ظاہر ہو رہا ہے اور جو علم والوں میں بہت ہی خاص لوگ ہیں انہیں بھی یہ مرض موجود ہے اگرچہ انکو مال اور عزت مقصود نہیں ہے مگر پھر بھی کوئی وسیلہ نفسانی خواہش کی پیروی کا موجود ہے جیسے کسی کے ساتھ سختی کی اور اسکو بُرا بھلا کہا تو نفس یہ سمجھاتا ہے کہ سختی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اس لئے تم پر کچھ اندیشہ نہیں ہے تمھاری نیت اسمیں اچھی ہے لیکن یہ عذر اسوقت صحیح ہوتا ہے کہ جب سختی کرنے سے پہلے یہی خیال ہوتا کہ سختی سے اصلاح ہوگی اور اسی خیال سے سختی کرتے۔ حالانکہ اس وقت تو سوائے غصہ کے کچھ بھی دلیں نہ تھا اب فرصت میں تاویلیں گھڑتے ہیں اور دھیمے ہونے کے لیے بعض مرتبہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ کیا کہیں بڑی سختی ہوگئی یہ اقرار اپنی زبان سے

جو مولوی امیروں اور حاکموں سے میل جول کریں وہ دین کے لٹیرے ہیں۔
۱۴ ایک مولوی صاحب کا قصہ جو دین کو برباد کرتے
دین کی شکل میں نفسانی خواہش کی پیروی

اس لیے کرتے ہیں تاکہ مریدوں اور معتقدوں کے دل میں شبہ نہ رہے اور یہ سمجھیں کہ حضرت
میں بڑی تواضع اور صفائی ہے خود اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں پھر اس پر مرید تعریفیں
کرتے ہیں اور ان کی باتیں بناتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں ہماری
اصلاح کے لیے کرتے ہیں آپ کی اسمیں کیا غرض ہے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ
کہتا ہے غرض ایسے مرید اور معتقد اس کا دماغ اور زیادہ خراب کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں
کو یہی چاہیئے کہ کام کرنے سے پہلے غور کر کے دیکھا کریں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اسمیں نفسانی
خواہش کس قدر اور شریعت کی پیروی کس قدر ہے جتنا حصہ نفسانی خواہش کا ہو اسکو
چھوڑ دینا چاہیئے ایک مثال اور لیجئے ایک امیر آیا اور اسکی عزت اور خاطر داری کی۔
اب نفس یہ کہتا ہے کہ اسکی عزت اور خاطر کرنے میں دنیا کی کوئی غرض نہیں ہے بلکہ
شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے اگر ایسا نہ کیا جاوے
تو اس کا دل ٹوٹے گا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی
بڑا شخص آوے تو اسکی عزت کرو پس امیروں کے ساتھ عزت کا برتاؤ کرنا بھی شریعت ۱۵
کی پیروی ہے سو یہ باتیں تو سب صحیح ہیں بیشک امیر کے ساتھ عزت کا برتاؤ کرنا شریعت
کے موافق ہے مگر کلام اسمیں ہے کہ ہم نے جو اسکی تعظیم کی ہے کیا اسکی یہی وجہ ہے
یا اور کوئی وجہ ہے۔ غور کر کے دیکھا جاتا ہے تو یہ وجہ ہرگز نہیں ہوتی یہ تو بعد میں دل کے
سمجھانے کے لیے مضمون تراش لیتے ہیں اصل وجہ وہی دنیا کی خوشامد ہے نفع کی توقع
پر امیروں کی تعظیم کیجاتی ہے غرض یہ اکثر لوگوں کے نفسوں میں شرارتیں ہیں مگر بدمعاشوں
میں اور طرح کی ہیں۔ اور نیکبختوں میں اور طرح کی ان میں نیکبختی ہی کے رنگ میں شرارتیں
ہیں پھر مولویوں اور طالبعلموں میں اور رنگ سے ہیں اور درویشوں میں دوسری رنگ
سے ہیں لیکن یہ ضروری بات ہے کہ جو شخص کام کرتا ہے اور خدا تعالی کے لیئے
خالص عمل کرنے کی کوشش میں رہتا ہے غلطی ہو جانے کے بعد اسکی سمجھ میں آجاتا
ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر سمجھ میں آجانیکے بعد بھی غلطی کا بدل
نہیں کرتے کیونکہ بدل کرنے سے شرم آتی ہے نفس کہتا ہے کہ آئندہ سے ایسا نہ کریں گے اور

اب بدل کرنا مصلحت کے خلاف ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر اس وقت اس کا بدل کر لیا جاوے اور
کھلم کھلا غلطی کا اقرار کر لیا جاوے تو آئندہ کام کرنے کی توفیق ہوتی ہے اور بدل نہ کرنے سے
ہمت کمزور ہو جاتی ہے اور توفیق بھی کمزور ہو جاتی ہے یہ تجربہ کی بات ہے ایک یہ ہو کہ وہ ہو جاتا ہے وہ یہ کہ اگر کبھی کوتاہی ہو جاتی
ہے تو نفس کہتا ہے کہ تمہارے اندر اللہ کے نام سے نور پیدا ہو گیا اب تمہاری سمجھ میں وہ صحیح ہی ہوتا ہے تو تم سے غلطی
نہیں ہوتی سو اتنی بات تو بیشک صحیح ہے کہ واقعی مسلمان کے اندر عبادت اور پرہیزگاری سے
دانائی اور صحیح سمجھ پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کی سمجھ سے
بچتے رہو یہ خیال نہ کرنا کہ اسکو دھوکہ دے لوگے کیونکہ اسکو خدا تعالیٰ کے نور سے سوجھایا جاتا ہے

حضرت حاجی صاحب کی ایک کرامت ۱۶

میں نے سنا ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص
آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں فرمایا کہ ینبوع ہو کر
جاؤ دوسرا ایک اور آیا اوس نے بھی یہی مشورہ لیا اسکو فرمایا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ سو جس
شخص کو ینبوع کے راستہ سے جانے کے لیے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی
ہی راستہ کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اسکو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی اور
بدوؤں سے بھی سابقہ پڑا ان سے الگ تکلیف پہونچی اور جسکو سلطانی راستہ کا مشورہ
دیا تھا وہ آرام سے چلا گیا حضرت سے اسکی وجہ پوچھی گئی کہ آپ نے اسکو اس راستہ کا مشورہ
دیا اور اسکو دوسرے راستہ کا اسمیں کیا حکمت تھی۔ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی
آیا جو اسکو بتایا اور جب دوسرا آیا تو میرے دل میں اس وقت یہی آیا جو اسکو مشورہ دیا
سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے اسی کے مناسب ایک اور حکایت ہے کہ ایک

ایک اور بزرگ کی حکایت

بزرگ کی خدمت میں چند آدمی جو سفر کرنیوالے تھے ملنے آئے جب وہ جانے لگے تو انہوں نے
عرض کیا کہ حضرت ہمکو کچھ وصیت کیجئے ان بزرگ نے فرمایا کہ ہاتھی کا گوشت مت کھانا
انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو تو ہاتھی کے گوشت کھانیکا خیال تک بھی نہیں آتا۔
پھر آپ نے ہاتھی ہی کے گوشت نہ کھانیکو کیوں فرمایا۔ فرمایا کہ میرے منہ سے اسوقت ایسا ہی
نکلا خدا جانے کیا وجہ ہے وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ اتفاق سے راستہ بھول گئے اور ایک
جنگل بیابان میں پہونچ گئے وہاں کئی دن تک بھوک اور پیاس سے بیتاب ہوتے تھے اتفاق

(باقی آیندہ)

ایک ہاتھی کا بچہ سامنے سے دکھائی دیا سب نے اتفاق کیا کہ اب تو جان جانے کا خطرہ ہے
ایسی حالت میں حرام بھی حلال ہے اسکو کاٹ کر کھانا چاہیے ایک نے انہیں سے منع کیا کہ کیا
تم کو حضرت کی وصیت یاد نہیں ہے انہوں نے کچھ پروانہ کی اور سب نے خوب اس کا گوشت
کھایا۔ لیکن ایک نے نہیں کھایا سب تو گوشت کھا کر سو رہے کیونکہ تھکے ماندے ہو رہے تھے
مگر جس نے نہیں کھایا تھا اسکو نیند نہیں آئی جاگتا رہا تھوڑی دیر میں ایک جماعت ہاتھیوں
کی آئی ان میں ایک ہتنی بھی تھی اس ہتنی نے اپنے بچہ کو تلاش کرنا شروع کیا تلاش
کرتے کرتے وہاں بھی آئی جہاں یہ لوگ سو رہے تھے اور ان سونیوالوں میں سے ایک
ایک کا منہ سونگھا تو اسکو گوشت کی بو آئی اُس نے ایک ٹانگ پر پانوں رکھا۔ اور
دوسری سونڈھ سے پکڑ کر اسکو چیر ڈالا اسی طرح سب کا کام تمام کر دیا پھر آخر میں اسکے
پاس آئی جس نے نہیں کھایا تھا چونکہ اوس کے مُنہ سے بو نہ آئی اسکو سونڈھ سے اٹھا کر
اپنی کمر پر بٹھا لیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور
ٹھہر گئی اس نے خوب سیر ہو کر میوے کھائے اِس کے بعد اسکو راستہ پر چھوڑ آئی۔ اُن حضرات
کی یہ شان ہو جاتی ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے حاصل یہ کہ یہ بات
تو بیشک صحیح ہے کہ پرہیز گاری سے صحیح سمجھ پیدا ہو جاتی ہے لیکن کلام اسمیں ہے کہ تم بھی
اُن میں ہو یا صرف نفس کی بناوٹ ہے۔ صاحبو جو لوگ کامل نہیں ہیں اُنکو نہ چاہیے
کہ اپنی حالت کو کاملوں کی حالت کے مثل سمجھنے لگیں اور اپنی نفسانی خواہش کی نسبت
یہ خیال کر لیں کہ یہی مصلحت ہے کیونکہ میرے دل میں جو بات آتی ہے وہ ٹھیک ہوتی ہے
میرے دلمیں خدا کا نور ہے جیسا پہلے بزرگوں میں ہوا کرتا تھا یہ بڑی غلطی ہے تمکو چاہیے
کہ اپنے نفس پر ہر وقت بدگمانی رکھو اگر کسیوقت اسمیں خواہش نہ بھی پاؤ تب بھی
نفس کو مردہ ہرگز نہ جانو اسکی مثال اژدہا کی سی ہے کہ وہ مردہ معلوم ہوتا ہے مگر زندہ
ہوتا ہے چنانچہ ایک شخص کسی پہاڑ پر چلا گیا دیکھا کہ اژدھا مردہ پڑا ہے حالانکہ وہ
جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھر رہا تھا مردہ نہیں تھا اس نے اُسکو پکڑ لیا اور شہر میں لایا
اور لوگوں کے مجمع میں لیکر بیٹھا تھوڑی دیر میں جو سورج نکلا اور اس کے بدن میں

17

گرمی پہونچی اور سردی کا اثر جاتا رہا تو اُس نے ہلنا شروع کیا اور لوگوں نے بھاگنا شروع کیا سیکڑوں تو اوپر تلے گر کر مر گئے۔ یہی حال تمہارے نفس کا ہے کہ اس کے پاس سامان نہیں ہے اسلیئے مرجھایا ہوا ہے سامان ہونے پر یہ دیکھنے کے قابل ہے ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ دو چار روز اللہ اللہ کیا اور تہجد پڑھنے لگے تو سمجھنے لگے کہ ہم کامل ولی ہو گئے اور نفس پر ہر وسہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نفس خواہ کیسا ہی ہو جاوے مگر اُس سے بدگمان ہی رہنا چاہیئے جو خیال آوے اور جو کام کرو پہلے سوچ لو اور غور کر لو کہ اس میں کوئی نفس کی شرکت تو نہیں ہے بعض وقت نفس یہ چالاکی کرتا ہے کہ ظاہر تو یہ کرتا ہے کہ یہ کام خلوص کے لیے ہے اور مقصود ہوتا ہے اپنی خواہش کا پورا کرنا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کو زور سے ذکر کرنا[ف ۱] سکھایا اس نے عرض کیا کہ حضرت مجکو آہستہ ذکر کرنے کی اجازت دیدیجئے کیونکہ زور سے ذکر کرنے میں دکھلاوہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ زور سے ذکر کرنے میں تو دکھلاوہ ہو گا اور آہستہ ذکر کرنے میں دکھلاوہ نہ ہو گا جب آنکھیں بند کر کے بیٹھو گے لوگ سمجھیں گے کہ خدا جانے حضرت کہاں کی سیر میں ہیں عرش کی یا کرسی کی اور زور سے ذکر کرنے میں تو سوائے اس کے کوئی بھی کچھ نہ سمجھیگا کہ اللہ اللہ کر رہا ہے سو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے تو آہمیں ایک تو شرارت نفس کی یہ ہوئی کہ جس کام میں دکھلاوہ کم ہے اسکو چھوڑ کر اُس کام کو اختیار کرتا ہے جس میں بڑا دکھلاوہ ہے اور دوسری شرارت بعض وقت آہمیں یہ ہوتی ہے کہ اگر ذکر زور سے شروع کیا تو اگر کسی روز آنکھ نہ کھلی تو بھانڈہ پھوٹے گا اور رسوائی ہو گی سب کو معلوم ہو جائے گا کہ میاں رات نہیں اُٹھے اور آہستہ ذکر کرنے میں کسی کو بھید کی خبر بھی نہ ہو گی سب سمجھیں گے کہ آہستہ کیا کرتے ہیں آج بھی کیا ہو گا تو اس رسوائی سے بچے رہیں گے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ نفس بھی مولوی ہے۔ یعنی اسکو بڑی دور کی سوجھتی ہے ہماری عقل مشکل سے وہاں تک پہونچتی ہے۔ ہاں اگر نفس کی پوری اصلاح ہو گئی ہو اور اُسکی خواہش سوائے بھلائی کے

۱۸

[ف ۱] اللہ اللہ کرنے کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور کچھ نہ ہو تو اس سے کیا بہتر ہے۔ لیکن پھر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے اسکی رائے میں اکثر کچھ نہ کچھ مکر ضرور ہوتا ہے ایک بزرگ ایک حجرہ میں رہا کرتے تھے آدمیوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور اللہ اللہ کیا کرتے تھے اتفاق سے مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ آن پڑا ان بزرگ کے نفس میں خیال آیا کہ چلو جہاد کریں شہادت کا ثواب ملے گا۔ پھر سوچے یہ کیا بات ہے نفس نے جہاد کی کیوں رائے دی یہ تو نیک کاموں میں جان چرایا کرتا ہے آج اسے جہاد کا کیسے شوق پیدا ہوا ضرور اس میں نفس کا کوئی چھپا ہوا مکر ہے بہت سوچنے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اس میں اپنے لیئے نجات سمجھکر یہ رائے دی ہے یعنی نفس نے سوچا تھا کہ یہ شخص رات دن مجکو ستاتا ہے اور میرے سر پر میری خواہش کے خلاف کاموں کے آرے چلاتا رہتا ہے عبادت میں ہر وقت گھونٹتا ہے کسیوقت چین لینے نہیں دیتا شہید ہونے میں ایک دفعہ پاپ کٹ جائے گا اور اس مصیبت سے نجات ہو جاوے گی جب نفس کا یہ مکر معلوم ہوا تو انہوں نے نفس کو جواب دیا کہ میں تجھکو اس مصیبت سے کبھی نجات نہ دوں گا میں تو تجھکو یہاں حجرہ ہی میں شہید کرونگا۔ بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا۔ اور انکو حج کی ہوس ہوتی ہے اس میں بھی نفس اور شیطان کا یہ مکر ہوتا ہے کہ ایک نفل کے پیچھے بہت سے فرض برباد ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت لوگ حج کے سفر میں نمازیں چھوڑ بیٹھتے ہیں اور ساتھیوں سے لڑتے جھگڑتے گالی گلوچ کرتے ہیں اور بعضے لوگ اس لیے حج کرتے ہیں کہ حاجی صاحب بنجائیں گے لوگ تعظیم کیا کریں گے ایسے لوگوں کے لیے حضرت مسعود فرماتے ہیں کہ اے حج کو جانیوالو تم حج کرنے کہاں چلے معشوق تو یہاں ہے یہاں آؤ یعنی تمہارے پیارے کی خوشی تو ایسی حالت میں وطن رہنے میں ہے اس لئے کہ تم پر حج فرض نہیں ہے اور نفل حج ادا کرنے میں بہت سے واجب اور فرض چھوٹتے ہیں غرض کہ جو شخص جس خیال کا ہوتا ہے۔ نفس اور شیطان اسی کے موافق اسکو دھوکا دیتا ہے تھوڑے ہی روز ہوئے کہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے ان کے نفس نے یہ رائے پاس کی تھی کہ نوکری چھوڑ کر اللہ کے واسطے پڑھائیں اس لئے کہ پڑھا کر

۱۹

تنخواہ لینے سے یہ کام خالص خدا کے لیے نہیں رہتا بلکہ ایک قسم کی مزدوری ہو جاتی ہے
میں نے اُن سے کہا کہ یہ شیطانی دھوکہ ہے شیطان نے دیکھا کہ دین کے کام میں
لگے ہوئے ہیں اِن سے یہ کام چھوڑانا چاہیئے تو اگر یہ کہتا کہ پڑھانا چھوڑ دو تو اسکی
ہرگز نہ چلتی اسلیئے اسکی وہ صورت نکالی جو دینداری کے رنگ میں ہے کہ تنخواہ لیکر
پڑھانا خالص خدا کے لیئے نہیں ہوتا۔ نوکری چھوڑ کر پڑھاؤ تو سمجھ لو کہ اب تو تنخواہ کی
پابندی سے کام ہو رہا ہے اور اگر نوکری چھوڑ دوگے تو پابندی تو ہوگی نہیں آزادی ہوگی
جب دل چاہے گا پڑھائیں گے جب دل نہ چاہے گا نہ پڑھائیں گے آخر کم ہوتے ہوتے
پڑھانا ہی چھوٹ جائے گا اور شیطان کی مراد پوری ہو جائے گی اور یہ جو تمکو وسوسہ
ہے کہ ہم نے عوض لے لیا ہے اس لیے یہ پڑھانا خالص خدا کے لیے نہیں رہا تو میں
تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کو اب جتنے روپیہ ملتے ہیں اگر اور کہیں اس سے زیادہ تنخواہ پر
بلاویں تو تم اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں چلے جاؤ گے یا نہیں کہنے لگے میں تو ہرگز نہ جاؤنگا
میں نے کہا کہ بس معلوم ہوگیا کہ تم روپیہ کے لیے نہیں پڑھاتے بلکہ اللہ کے واسطے پڑھاتے
ہو اور روپیہ گذران کے لیے لیتے ہو دنیا تمکو مقصود نہیں پس یہ وسوسہ غلط ثابت ہوا
کہ ہمارا پڑھانا خالص اللہ کے لیے نہیں اسلیئے نوکری ہرگز مت چھوڑو بلکہ میری رائے تو
یہ ہے کہ اگر مولوی امیر ہو اور تنخواہ ملنے لگے تب بھی اسکو چاہیئے کہ تنخواہ لے کے
پڑھاوے اگر ایسا ہی امیری کا جوش ہے تو وہ تنخواہ پھر مدرسہ میں دے دے مگر
لے لے ضرور تاکہ پابندی سے کام ہوتا رہے ہمارے مذہب کے عالموں نے
لکھا ہے کہ اگر قاضی بڑا امیر ہو تو اُس کو بھی تنخواہ لینی چاہیئے اور وجہ اسکی یہ ہے
کہ اگر کوئی قاضی تنخواہ نہ لے اور دس برس تک قاضی رہا اور اُس کے بعد کوئی غریب
قاضی ہو کر آیا تو اب تنخواہ کا جاری کرنا مشکل ہوگا سبحان اللہ ان حضرات
کی کیسی سمجھ ہے یہ حضرات حقیقت پہچان لیتے ہیں اس شان کا علم اور ایسی
سمجھ خلوص اور پرہیزگاری کی برکت ہے۔ ان حضرات کے خلوص کی یہ کیفیت تھی
کہ ہدایہ والے جب تک ہدایہ لکھتے رہے برابر روزے رکھتے تھے جب تک ہدایہ

۲۰

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

النخب من الخطب

بعد الحمد و الصلوٰۃ: احقر کے بعض رسائل ایسے ہیں کہ جسکو اون رسائل کے موضوع سے ذرا بھی مناسبت ہو تو اوس کے لئے خود اون کا دیباچہ ایک تحقیق مستقل اور قائم مقام پورے رسالہ کے ہوسکتا ہے اور احقر مدت سے اون مسائل کی زبانی تقریر کے وقت مخاطبین کو اکثر اون دیباچوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتا ہے مگر اون سب کا بہم پہونچانا مختلف الباب ہر شخص کے لیے تکلف سے خالی نہیں اسلیئے کبھی کبھی جی میں آیا کرتا تھا کہ اگر ایسے دیباچے ایک جگہ جمع ہو کر طباعت میں آجائیں تو ہر شخص کو مقصود تک آسانی سے رسائی ہو سکے۔ اتفاق سے ایک ایسے ہی جلسہ میں ایک بار جو اس خیال کو ظاہر کیا تو بعض[1] احباب نے نہایت رغبت سے اس کی درخواست کی اور چھاپنے کا عزم ظاہر کیا اس لیے اون دیباچوں کو جمع کرتا ہوں اور **النخب من الخطب** سے ملقب کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ اثناء جمع میں بعض دو[2] کے جامع اور مختصر مضامین بھی جو دیباچے نہیں ہیں تبعاً ملحق کر دیئے جائیں واللہ المستعان ۔ وعلیہ الثقۃ والتکلان ۔

کتبہ اشرف علی نصف ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

---

[1] المراد محمد عثمان الدہلوی ۱۲

[2] چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا ۱۲ منہ

مکتوب محبوب القلوب

بخدمت بزرگے کہ از اختلاف درین مسئلہ با فرزند خود کہ عالم بود آویزش داشت

از اشرف علی عفی عنہ بگرامی خدمت مخدومی معظمی دامت برکاتہم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل الطاف نامہ نے معزز فرمایا برابر جواب کے لیئے تیار رہا مگر ہجوم آیندگان وروندگان سے اسوقت تک اپنے ارادہ میں کامیاب نہو سکا اسوقت بیٹھا ہوں مگر ڈاک کے وقت تک امید نہیں کہ فراغت کرسکوں کل ہی ڈاک میں غالبًا جاویگا۔ جناب والا کو ہر طرح اللہ تعالی نے بزرگی عطا فرمائی ہے زیادہ عرض معروض کرنا خلاف ادب سمجھتا ہوں مگر معاملہ ایسا آپڑا ہے جس میں مصلحت کے علاوہ مسئلہ کا بھی شمول ہے اسلیئے محبت اور خیر خواہی جو آپ ہی کی عنایات کا اس عاجز پر عکس ہے مجبور کرتی ہے کہ کچھ عرض کروں اور ایسے معروضات ہیں بدون اسکے کہ دل کھول کر کہے جاویں علی وجہ الکمال ظاہر نہیں ہوسکتے اسلیئے قبل عرض مقصود اسقدر استدعا کرتا ہوں کہ میری قلم درازی معاف فرمائی جاوے اور چونکہ معاملہ تحقیق دین کا ہے اسلیئے بے تکلف جو خیال مبارک میں آوے ارشاد فرمایا جاوے اور مجھکو بھی عرض کی اجازت دیجاوے انشاء اللہ تعالی تمام پیچیدگیاں رفع ہوجاویں گی اصول شرعیہ سے اور نیز قواعد عقلیہ سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اُس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے اور ہر چند کہ مباح اپنی ذات میں نہ طاعت ہے نہ معصیت مگر عوارض خارجیہ کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کبھی وہ طاعت بنجاوے کبھی معصیت ہوجاوے مثلاً چلنا کہ ایک فعل مباح ہے نہ اسپر ثواب نہ عقاب مگر ممکن ہے کہ اسمیں کوئی ایسی مصلحت و منفعت ہو جس سے یہ عبادت ہوجاوے مثلاً مسجد یا مجلس وعظ کی طرف چلنا یا کسی کی عیادت یا تعزیت کیلیئے چلنا اور ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مضرت و مفسدہ ہو جس سے یہ معصیت ہوجاوے مثلاً ناچ دیکھنے کو چلنا یا شراب خواری کے لیئے چلنا اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ مضرت و مفسدہ دو قسم کا ہے لازمی و متعدی لازمی وہ جس سے خود فاعل کو ضرر پہنچے

متعدی وہ جس سے دوسروں کو ضرر پہنچے سو جس طرح فعل مباح بوجہ لزوم ضرر لازمی کے واجب المنع ہوجاتا
ہے اسی طرح بوجہ ترتب ضرر متعدی کے بھی ممنوع ہوتا ہے مثلاً کوئی ایسا مریض جسکا مرض محسوس نہیں اور
طبیب نے اسکو افطار صوم کی اجازت دیدی گو اسکو کھانا پینا علی الاعلان فی نفسہ جائز ہے مگر جس مقام پر
احتمال ہو کہ کوئی دوسرا شخص یہ حالت دیکھکر روزے کی بے وقعتی کرکے اپنا روزہ تباہ کردیگا اس مقام پہ یہ امر جائز
بھی ناجائز بن جاویگا بلکہ اس کا اخفا ضروری ہوگا اور یہ امر بہت ہی ظاہر ہے اب دوسرا قاعدہ سمجھنے کے قابل
ہے کہ بعض افعال مباحہ تو ایسے ہوتے ہیں جن میں سرتاسر مصلحت ہی مصلحت ہے اس کے تو مستحسن ہونے میں سب کا
اتفاق ہوتا ہے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سرتاپا مفسدہ ہی مفسدہ ہے اسلئے ممنوع ہونے میں کسیکو
کلام نہیں ہوتا بعض ایسے افعال ہیں جن میں کچھ مصلحت اور کچھ مفسدہ ہوتا ہے کسی کی نظر مصلحت پر ہوتی
ہے اور مفسدہ کیطرف یا تو التفات ہی نہیں ہوتا یا اسکو قابل اعتبار نہیں سمجھتے یا اس میں کچھ تاویل
کی گنجائش سمجھ لیتے ہیں ایسا شخص اسکو جائز بلکہ مستحسن کہتا ہے اور کسی کی نظر مفسدہ پر بھی ہوتی ہے خواہ
مفسدہ لازم ہو یا متعدی ایسا شخص اسکو ممنوع ٹھیراتا ہے خواہ مصلحت پر نظر ہی نہ ہو یا اس پر بھی نظر
ہو کیونکہ قاعدہ مقررہ ہے کہ جب حلت و حرمت کے اسباب کسی شے میں جمع ہوجاتے ہیں تو وہاں
حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے ایسے امور ہمیشہ محل کلام و اختلاف رہا کرتے ہیں مگر اس میں اختلاف
رفع کرنا اگر اہل اختلاف میں قدرے طلب حق و انصاف ہو بہت ہی سہل ہوتا ہے اس لئے کہ
صرف یہ دیکھ لینے کی ہوتی ہے کہ آیا اس میں کوئی مفسدہ تو نہیں اگر کوئی مفسدہ نہ نکلے تو مانعین
اپنی ممانعت کو چھوڑ دیں اور اگر مفسدہ نکل آوے تو مجوزین اپنے دعوے جواز سے رجوع کریں گو
اس میں مصلحتیں بھی ہوں اسلئے کہ اوپر مذکور ہوچکا کہ تعارض کیوقت منع کو ترجیح ہوتی ہے
البتہ اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کردیجاتی ہے مگر مباح میں جب
اصلاح دشوار ہو نفس فعل کو ترک کردینا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز ہے اگر سنت زائدہ میں
ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہوجاتا ہے یہ سب قواعد کتب شرعیہ اصولیہ و فرعیہ
میں موجود و مذکور ہیں۔ اب خیال فرمانا چاہیئے کہ عمل مولد شریف بہیئت و قیود مخصوصہ ظاہر
ہے کہ کسی دلیل شرعی سے نہ مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل سے ممنوع ہے تو فی حد ذاتہ مباح ٹھیرا
اب اسی قاعدہ اولی کے موافق ضرور ہوگا کہ اگر اسمیں کوئی مفسدہ اعتقادی یا عملی مرتب نہ ہو

۳۷

لازمی نہ متعدی تو اس کے جواز یا استحسان میں کوئی کلام نہیں کر سکتا اور اگر کوئی اس میں مفسدہ مرتب ہوتا ہو خواہ لازمی خواہ متعدی تو اُسکے روکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا اسپر تو سب کا اتفاق ہے اب اتنی سی بات میں اختلاف رہ گیا کہ آیا اس میں کوئی مفسدہ ہے یا نہیں اور اسی بات میں اختلاف ہونیسے اس کے جواز و ناجواز میں اختلاف طویل و عریض ہو گیا سو مفسدہ کا ہونا نہ ہونا یہ کوئی دقیق بات نہیں جسمیں بہت غور و نظر و مباحثہ کی حاجت ہو مشاہدہ و تجربہ و تتبع حالت عاملین سے بسہولت معلوم ہو سکتا ہے سو جہاں تک ان مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا اکثر عاملین کے عقائد یا اعمال میں غلو و افراط پایا گیا جس کی تفصیل محتاج بیان نہیں سو بنا بر قاعدہ مذکورہ سابق اُن عاملین کے حق میں تو اس عمل کو ممنوع کہنے میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں البتہ یہ شبہ شاید ہو سکے کہ جس کو غلو ہو اس کو روکنا چاہیئے اور محتاط خوش عقیدے کو کیوں روکا جاوے تو اس کا جواب اوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح ضرر لازمی سے بچنا واجب ہے اسیطرح ضرر متعدی سے بھی جب حالت میں کسی شخص نے گو احتیاط کے ساتھ یہ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے اب اس قاعدہ اور حکم کی تائید کیلئے ایک آدھ نظیر پیش کرتا ہوں کسی نعمت جدیدہ کی خبر سُنکر سجدۂ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابو حنیفہؒ اُسکو مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے اسکی وجہ بقول علامہ شامی صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اسکو سنت مقصودہ نہ سمجھہ جاویں اب ملاحظہ فرمایئے کہ عوام کے غلط اعتقادی کے احتمال پر خواص کے لیے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا حالانکہ جواز اس کا نص سے ثابت ہے اور مسنون ہونا بھی اس کا مسلم ہے مگر سنت زائدہ ہے سنت مقصودہ نہیں جب عقیدے میں اتنی فرق سے حکم کراہت کا کر دیا جاتا ہے تو جو چیز سنت بھی نہ ہو صرف مباح یا مستحسن ہو اور اباحت و استحسان بھی اس کا محض قیاسی ہو منصوص نہو اور افراط بھی عقیدے میں اس درجہ عوام نے کرلیا ہو کہ فرض و واجب سے زیادہ مؤکد قرار دیدیا ہو تو اس حالت میں خواص کے لئے بھی حکم بالکراہت کیونکر نہ کیا جاویگا ۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ درمیان اذان و اقامت مغرب کے دو رکعت نفل پڑھنا حدیث سے ثابت اور امام ابو حنیفہؒ اسکو مکروہ فرماتے ہیں اسکی وجہ بھی یہی احتمال اعتقاد سنت مقصودہ ہے اس احتمال کا موجب کراہت ہونا خود حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اسی حدیث تنفل بین الاذان و الاقامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار میں ارشاد فرمایا

لمن شاء اسکی وجہ راوی فرماتے ہیں کراھۃ ان یتخذ ھا الناس سنۃ تیسری نظیر یہ ہے کہ صلوٰۃ
جنازہ میں فاتحہ پڑہنا احادیث سے ثابت اور امام ابوحنیفہؒ اُس کو منع فرماتے ہیں یہاں بھی
یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اصل میں دعا ہے اور حضورؐ سے فاتحہ جو ثابت ہے وہ بھی بطریق دعا ہے
سو اگر اسکو علی وجہ التلاوۃ کسی نے پڑھ دیا تو کراہۃ آجاتی ہے پھر صرف اسی شخص کو نہیں منع کیا
بلکہ مطلقاً منع کر دیا تاکہ یہ عادت شائع نہو اور بھی بیشمار اس کے نظائر فقہیہ موجود ہیں ان سب
نظائر سے یہ امر کالشمس فی نصف النہار واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت
ضرور ہے عوام کے عقیدے و دین کی حفاظت بھی ضرور ہے اب ممکن ہے کہ بعض کرنیوالے
احتیاط کر لیں۔ مگر عوام جو ان کے معتقد و مقلدین ہیں ان کو نہ اُن خرابیوں پر نظر ہے نہ اُنسے
بچنے کی احتیاط نہ اُن کو یہ خبر کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے صرف انہوں
نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں بس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے اسکی احتیاط
اہل طریقت نے یہاں تک فرمائی ہے کہ جس شخص کو سماع بشرائط جائز اور مباح ہو وہ ایسے
۵
شخص کے روبرو بھی نہ سنے کہ جسکو مباح نہیں تاکہ وہ تقلید بے بصیرت کر کے خراب نہو۔ اب خیال
مبارک میں آگیا ہوگا کہ جو لوگ ان اعمال کو منع کرتے ہیں انکی غرض اور علت کیا ہے یعنی وہ ان
اعمال کو فی حد ذاتہا مکروہ و ممنوع نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مباح باباحۃ اصلیہ و مستحسن بحسن عقیدہ و نیت
جانتے ہیں مگر ان عوارض خارجیہ کی وجہ سے کراہت کا حکم کرتے ہیں مرتکب عوارض کے لیے تو توجہ
ضرر لازم ہے اور محتاط کے لیے بوجہ ضرر متعدی کے اس طور پر منع کرنے والوں پر کسی قسم کی ملامت نہیں
ہو سکتی بلکہ بوجہ اہتمام حفظ نظام دین کے مستحق اجر ہوتے ہیں۔ ہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بعض مانعین
تو اس تفصیل کے ساتھ منع نہیں کرتے اور نہ کوئی قید لگاتے ہیں۔ علی الاطلاق کہدیتے ہیں کہ مجلس
مولد شریف ممنوع و بدعت ہے سو بات یہ ہے کہ مانعین میں بعض تو متشدد ہیں ان کے قول کی
تو تاویل ضروری نہیں اور بہت سے بندگان الٰہی منصف و محقق ہیں۔ ان کا اطلاق حکم بالکراہۃ محض
لفظ میں ہے مراد اُن کی عمل مقید متعارف ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی مفتی محقق کہے کہ رہن
رکھنا حرام ہے ہر چند کہ لفظ رہن اس کے کلام میں مطلق ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ غضب ہے، اللہ تعالیٰ
تو رہن کو حلال فرماویں اور یہ حرام کہتا ہے مگر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ مراد اسکی مطلق نہیں ہے

بلکہ وہی ہے جسمیں حقیقۃً یا حکماً انتفاع مشروط ہوتا ہے اور اس زمانہ میں متعارف ہے اسی کو حرام کہتا ہے سود
یقیناً حرام ہے اسیطرح مانع مولد گو صرف مولد کو منع کر رہا ہے مگر مراد اسکی وہی مولد ہے جسمیں افراط و تفریط
ہے ممنوع تو اصل میں اسی کو کہہ رہا ہے مگر جو مجلس افراط و تفریط سے خالی ہو وہ گو خود ممنوع نہیں مگر اسکو چونکہ
وہ دوسرے لوگوں کے لیئے ذریعہ افراط و تفریط کا ہے دائرہ منع میں اسکو داخل کر دیا ہے اس اطلاق لفظی و
تقلید مرادی کی نظیر حدیث میں آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسافر روزہ دار کو
ملاحظہ فرمایا کہ غلبۂ حرارت و تشنگی سے بیہوش ہو گیا ہے ارشاد فرمایا لیس من البر الصیام فی السفر یعنی سفر میں
روزہ رکھنا اچھا نہیں۔ ظاہر ہے کہ روزہ رکھنا سفر میں جائز ہے پھر بھی آپ نے مطلق لفظ سے ممانعت
فرمائی وجہ اسکی یہی ہے کہ گو لفظ مطلق ہے مگر مراد اس سے یہی ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنا اچھا نہیں
خلاصہ یہ کہ لفظ کا مقید ہونا کبھی لفظ سے ہوتا ہے اور کبھی قرینہ سے اس تفصیل سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا
کہ ان اعمال کو ہزاروں بزرگ کرتے چلے آئے ہیں۔ اب کیوں منع کرتے ہیں۔ وجہ رفع ہونے کی
یہ ہے کہ وہ بزرگ خلوص و احتیاط و صحت عقیدہ کے ساتھ کرتے تھے اور ان کے زمانہ میں عوام نے
یا تو غلو نہ کیا ہو گا یا اس غلو کی ان کو اطلاع نہوئی ہو گی یا یہ گمان نہ ہو گا کہ کوئی شخص ہمارا اقتدار
کریگا یا یوں سمجھے ہوں گے کہ اگر کسی نے اقتدا کیا تو وہ بھی احتیاط کرے گا اسوجہ سے ان بزرگوں پر
نہ اعتراض کرنا ممکن ہے اور نہ سند پکڑنا صحیح ہے کیونکہ ان کی اور ہماری حالتوں میں یا زمانوں میں
بہت فرق ہے اور نہ مانعین پر شبہ ہو سکتا ہے اس لیے کہ وہ اصل فعل کو منع نہیں کرتے بلکہ ان
مفاسد کا انسداد کرنا چاہتے ہیں اور خود اس لیے شریک نہیں ہوتے کہ عوام ہماری سند نہ پکڑیں
خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے یہ فعل کیا تھا ان کی نیت بھی اچھی تھی اور اسوقت مفاسد نہ تھے یا وہ متعدی
نہ ہوتے تھے اور جو نہیں کرتے اور احتیاط رکھتے ہیں ان کی نیت بھی درست ہے البتہ جو شخص یوں
کہے کہ خود یہ عمل ہی اپنی ذات میں ممنوع ہے خواہ کوئی ضرر لازمی یا متعدی ہو یا نہ ہو وہ متشدد
ہے یا جس شخص کو اطلاع ہو جائے کہ واقعی عوام کی حالت عقیدہ اور عمل کی اچھی نہیں اور یہ بھی
سمجھ گیا ہو کہ واقعی خواص کے عمل کا اثر عوام پر پڑتا ہے اور عوام سند پکڑ کے بے احتیاطیوں
میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ بھی اس کو تجربہ ہو گیا ہو کہ اب عوام کے افراط تفریط کی اصلاح بدون
اسکے نہایت دشوار ہے کہ اصل عمل ہی کو احتیاطاً و انتظاماً ترک کر دیں ان سب امور پر مطلع ہو کر پھر بھی اسکو

معمول رکھے وہ مداہن و متہاون فی الدین ہے امید ہے کہ تقریر تفصیل ہذا سے تمام تر پیچیدگیاں حل ہوگئی ہونگی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و عندہٗ علم الکتاب۔ فقط

تمام شد مکتوب محبوب القلوب

حضرت من تحقیق مسئلہ سے اپنی فہم ناقص کے موافق فارغ ہوا۔ میری دلی خوشی یہ ہے کہ جو مجھ سے غلطی ہوگئی ہو بے تکلف اسپر متنبہ فرمادیں انشاء اللہ تعالیٰ اعتراف و تسلیم کرلوں گا زیادہ بجز اشتیاق ملاقات واستدعائے دعائے خاتمہ بالخیر کیا عرض کروں۔ والسلام۔

مضمون وعظ السرور متعلقہ عید المیلاد

یہاں دو مقام پر کلام ہے ایک دلائل تعیید کے غیر مشروع ہونیکے دوسرے جواب اہل تعیید کے دلائل کے سو امر اول کا بیان یہ ہے کہ اسمیں چند دلائل ہیں نمبر اول قرآن مجید میں ہے ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ اس سے ثابت ہوا کہ کوئی امر بدون اذن شرعی دین کے طور پر مقرر کرنا ناجائز ہے اور بدعت یہی ہے یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ یہ عمل کہیں وارد نہیں جزئیاً تو ظاہر ہے اور کلیاً بھی نہیں اور یہ محتاج بیان ہے کیونکہ اہل ابتداع اسکو کسی کلیہ میں داخل کرسکتے ہیں مگر وہ ادخال بدلیل قوی غیر صحیح ہے وہ دلیل یہ ہے کہ جو داعی ہے اسکے ایجاد کا خواہ اظہار سرور و فرح نعمت الٰہیہ یا اظہار شوکت اسلام مخالفین پر وہ داعی جدید نہیں قدیم ہے اور باوجود اسکے کسی نے خیر القرون میں ایسا عمل نہیں کیا اور وہ حضرات قرآن مجید و حدیث شریف کو تمام امت سے زیادہ سمجھنے والے تھے پس یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ ادخال صحیح نہیں نمبر ۲ حدیث صحیح ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ اسمیں بھی وہی تقریر ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ نمبر ۳ مسلم کی روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولاتختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم۔ اس حدیث سے تخصیص غیر منقول بطور قربت کا منہی عنہ ہونا بطور قاعدہ کلیہ کے ثابت ہوا گو بعض علماء نے صوم جمعہ کو بانفرادہ بھی جائز رکھا مگر وہ بھی اس کلیہ کو مانتے ہیں انہوں نے اس تخصیص کو نقل سے ثابت کرکے اجازت دی ہے اور نہی کو اعتقاد وجوب وغیرہ پر

محمول کیا ہے سو یہ دوسری بات ہے مقصود ہمکو صرف اس کلیہ کی صحت کا ثابت کرنا ہو سو وہ بالاجماع ثابت ہے پس یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ عمل مبحوث فیہ میں صریح تخصیص ہو اور تخصیص بھی بطور دین و عبادت کے کیونکہ اسکو عوام کیا بلکہ خواص بھی دین کی بات سمجھتے ہیں جسکی کھلی نشانی یہ ہے کہ اس تخصیص کے تارکین کو وہ برا سمجھتے ہیں اور تخصیصات عادیہ میں ایسا نہیں سمجھتے دوسری علامت اسکے تخصیص عادی نہ سمجھنے کی یہ ہے کہ اسمیں کبھی تقدیم و تاخیر گوارا نہیں کرتے اور تخصیصات عادیہ میں عوارض سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے پس یقیناً یہ تخصیص منہی عنہ میں داخل ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ یوم جمعہ کے تو فضائل بھی وارد ہیں جب اسمیں ایسی تخصیص جائز نہیں تو جس تاریخ کے فضائل بھی منقول نہیں اس میں ایسی تخصیص کب جائز ہوگی اور اسکے منقول ہونے پر جو ان موجدین کا استدلال ہو اسکا جواب وہاں آویگا جہاں دوسرے مقام پر کلام ہوگا۔ یہ دلائل عامہ ہیں آگے دلیل خاص ہے درباب خصوص تعیید کے۔ نمبر ۸۔ نسائی نے حدیث روایت کی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا و صلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم یہ حدیث صریح ہے اس امر میں کہ عید کے طرز پر کہ اس میں اہتمام اجتماع کا ہوتا ہے جمع ہونے کو منع فرمایا ہو اور اس اجتماع کی اگر کوئی تاویل کرتا کہ ہم تو صلوٰۃ کے لیے جمع ہوتے ہیں جیسا عادت ہو اہل ابتداع کی کہ بکلیات منقولہ میں زبردستی جزئیات مبتدعہ کو داخل کیا کرتے ہیں اسکو رد فرما دیا کہ صلوٰۃ ہر جگہ سے ہو سکتی ہے یہ اجتماع پر موقوف نہیں اور اس رد سے بہت بڑی بات ثابت ہو گئی کہ جب صلوٰۃ کیلئے جو کہ مندوب و قربت ہے ایسا اجتماع کالعید جائز نہیں تو دوسرے اغراض کے لیے جو اس سے بھی ادنیٰ ہیں ایسا اجتماع کہاں جائز ہوگا یہ حدیث خاص عید کی تخصیص کی نہی پر دال ہے کہ کسی عید کا ابتداع ناجائز ہے اور اس تقریر سے نفس زیارت قبر نبوی یا اس کے لئے سفر کرنیکی نہی نہیں لازم آئی کیونکہ وہاں صرف زیارت سے برکات حاصل کرنا مقصود ہے جو کہ دوسری روایات سے مندوب ہے وہاں تاریخ مقصود نہیں اور نہ محض صلوٰۃ کے لیے سفر کیا جاتا ہے جس پر صلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم سے شبہ ہو سکے۔ (باقی آئندہ)

سچ یہ ہے کہ بس یہ کام سوائے خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ آگے فرماتے ہیں کہ

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بین تا نہ ماند شبہات در یوم دین

یعنی آنکھ کھولو اور حشر کو ظاہر دیکھ لو تاکہ تمکو قیامت کے دن میں شبہ باقی رہے۔ مطلب کہ قیامت میں آخر کیا ہوگا یہی ہوگا کہ سب کو ایکدم سے جمع کر دیا جاوے گا۔ اور اجزاء عالم جو منتشر تھے سب ایک جگہ جمع ہو جاویں گے۔ تو پھر جب اسوقت بھی یہ اجتماع ہو رہا ہے صرف اسقدر فرق ہے کہ اسوقت گاہ گاہ ہوتا ہے اور قیامت میں ایک ساتھ ہو گا۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو تو تمکو قیامت میں شبہ نہ رہے اور اس اجتماع سے ہی استدلال کر لو اور سمجھ لو کہ قیامت برحق ہے سبحان اللہ بس محقق ہو تو ایسا ہو مبصر ہو تو ایسا ہو دیکھئے تو قیامت کا ثبوت اور اوسکا یقین کس خوبی سے دلایا ہے اے اللہ مولانا کے فیوض سے اس غریب نادار کو بھی محروم نہ فرما۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ آگے پھر ارشاد حق کو عزیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ ۲۱۳

تا بہ بینی جامعیّم را تمام تا نہ لرزی وقت مردن زاہتمام

یعنی (ارشاد ہوا کہ میں نے جو یہ گدھے کی ہڈیاں تمکو جمع کر کے دکھادی ہیں یہ اس لیے ہے) تاکہ تم میری جامعیت کو پوری طرح سے دیکھ لو۔ اور مرنے کے وقت غموں کی وجہ سے نہ کانپو (اور سمجھو کہ اگر یہاں مر بھی جاویں گے تو خوف نہیں ہے اسلیے کہ حق تعالیٰ پھر اسی طرح دوبارہ زندہ فرمالیں گے) آگے مولانا موت کو نیند سے تشبیہ دیکر اوس سے خوف کو دفع فرماتے ہیں کہ

ہمچنان کہ وقت خفتن ایمنے از فوات جملہ حسہائے تنے

یعنی جس طرح کہ سونے کے وقت تم اپنے حواس بدن کے فوت ہوجانے سے بیخوف ہوتے

بر حواس خود نہ لرزی وقت خواب گرچہ مے گردد پریشان و خراب

یعنی تم اپنے حواس پر سونے کے وقت کانپتے نہیں ہو اگرچہ وہ پریشان اور خراب ہوجاتے ہیں (اور ان کے پریشان ہوجانے سے تم اسلئے نہیں ڈرتے کہ پھر واپس آجاویں گے تو بھلا پھر موت سے ہی کیوں ڈرتے ہو۔ ارے وہاں بھی تو یہی ہے کہ ان حواس کے جاتے رہنے کے بعد پھر حواس لوٹ آتے ہیں اور بلکہ وہ حواس ان سے کہیں اچھے ہوتے ہیں۔ تو بھلا پھر موت سے خوف کرنے کے کیا معنی ہیں) سبحان اللہ بس دیکھئے یہ ہیں علوم نبوت کس پاکیزگی سے موت کے خوف کی خبر نہونے کو بیان فرمایا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے اون کے بیٹے مرگئے تھے اور وہ روتے نہ تھے تو اون کے گھر والوں نے کہا کہ تم کیسے سنگدل ہو کہ تم کو رونا نہیں آتا تو وہ بولے کہ میں کیوں روؤں میں تو اون کو زندہ دیکھ رہا ہوں پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ (اب یہ زندہ دیکھنا یا تو ذوقاً ہو یا عیاناً ہو کہ چونکہ اون کو اون کی حیات ابدی کا یقین تھا اسلئے وہ اونکو گویا کہ زندہ ہی دیکھ رہے تھے یا کشف سے اونکو زندہ دکھائی دیتے ہوں۔ غرضکہ جو کچھ بھی ہو) وہ اون کی موت سے خوش تھے اون کو غم نہ تھا تو اسی طرح موت سے غم ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ زندگی کی اصلیت کو کسی نے خوب بیان کیا ہے کہتا ہے کہ؎

زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنے آگے چلیں گے دم لے کر

تو جب اس حیات مستعار کی یہ حالت ہے تو اس میں دل لگانا سخت نادانی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ؎

بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں — لیجائیگی گھسیٹ کے آخر زمین میں

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اشعار ہی میں مضمون بڑھ گیا مگر اب میں صرف ایک قطعہ اور لکھ کر آگے حکایت کو لکھتا ہوں۔ کسی نے کہا ہے؎

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت — موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا — میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

بس اب خوب سمجھلو کہ یہ دنیا جائے قیام نہیں ہے یہاں سے جاکر وہاں حیات ابدی میسر ہونے والی ہے۔ پھر اس جسم ظاہری کے مرجانے سے اور اس کے گزند پہونچنے سے کیا خوف ہو اے اللہ ہر مسلمان اور خاصکر اس بندۂ ناکارہ کو ہمت اور توفیق عطا فرما اب ناظرین حکایت سنیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بود شیخے رہنمائے پیش ازین — آسمانے شمع بر روئے زمین

چون پیمبر در میان امتان — درگشائے روضۂ دار الجنان

۲۱۵

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش — چون نبی باشد میان قوم خویش

یک صباحے گفت اہلبیت او — سخت دل چونی بگو اے نیکخو

ما ز ہجر و مرگ فرزندان تو — نوحہ میداریم بالشت دو تو

تو نمی گریے نمی زاری چرا — یا کہ رحمت نیست در دل ای کیا

چون ترا رحمے نباشد در درون — پس چہ امید ست ما از تو کنون

ما بامید تو ایم اے پیشوا — کہ نہ بگذاری تو ما را در عنا

چون بیاراید بہر حشر تخت ۔۔۔ خود شفیع ما توئے آن روز سخت

در چنان روز و شب بے زینہار ۔۔۔ ما باکرام تو ایم امیدوار

دست ما و دامن تست آن زمان ۔۔۔ کہ نماند ہیچ مجرم را امان

گفت پیغمبر کہ روز رستخیز ۔۔۔ کے گذارم مجرمانرا اشک ریز

من شفیع عاصیان باشم بجان ۔۔۔ تا رہانمشان ز اشکنجہ گران

۲۱۶ عاصیان و اہل کبائر را بجہد ۔۔۔ وارہانم از عتاب نقض عہد

صالحان امتم خود فارغ اند ۔۔۔ از شفاعتہائے من روز گزند

بلکہ ایشانرا شفاعتہا بود ۔۔۔ گفت شان چون حکم نافذ میرود

ہیچ وازر وزر غیرے بر نداشت ۔۔۔ من نیم وازر خدایم بر فراشت

آنکہ بے وزرست شیخست اے جوان ۔۔۔ در قبول حق چو اندر کف کمان

شیخ کہ بود پیر یعنی مو سپید ۔۔۔ معنی این مو بدان اے نا امید

هست آن موئے سیہ ہستی او　تا ز ہستیش نماند تار مو
چونکہ ہستیش نماند پیر اوست　گر سیہ مو باشد او یا خود دو موست
ہست آن موئے سیہ وصفِ بشر　نیست آن مو موئے ریش و موئے سر
عیسیٰ اندر مہد بر آرد صد نفیر　کہ جوانان گشتہ ما شیخیم و پیر
گر رہید از بعض اوصافِ بشر　شیخ نبود کہل باشد اے پسر
چون یکے موئے سیہ کان وصفِ ماست　نیست بر و شیخ و مقبول خداست　۲۱۷
چون بود مویش سپید ار با خود است　او نہ پیرست و نہ خاصِ ایزد است
ور سرِ موئے ز وصفش باقی ست　او نہ از عرش خدا آفاقی ست
ما ہمہ امیدوارانِ تو ایم　ریزہ چین خوانِ احسانِ تو ایم
لیک با این جملہ چون بے شفقتے　بہر فرزندانِ چرا بے رافتے
یا مگر خود دل نمے سوزد ترا　باز گوئے شیخ ما را ماجرا

اوپر فنائے دنیوی پر غم ہونیکا بیان کیا تہا اب اوس کے متعلق ایک حکایت بیان فرماتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اِس سے قبل ایک صاحب ارشاد بزرگ تہے جنکو یوں کہنا چاہیئے کہ
وہ زمین پر خدا کے شمع اور تاریکی ضلالت کو مٹانے والے اور گمراہونکو راہ دکہلانے والے
تہے۔ اور در بارہ نفس ہدایت ایسے تہے جیسے امت کے درمیان نبی کہ وہ لوگوں کو
ہدایت کر کے اون کے لیے جنت کا دروازہ کہولتے تہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ شیخ متقدم (فی السن یا فی الفضل)
ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اپنی قوم میں نبی اسلیئے ہمارا اونکو نبی سے تشبیہ دینا کچہہ بعید نہیں
ایک مرتبہ اون کے گہر کے لوگوں نے اون سے عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو سہی کہ آپ اِس قدر
سخت دل کیوں ہیں۔ آپ کے بچوں کی جدائی اور اون کے انتقال کے سبب
ہماری تو کمر میٹرہی ہوگئی ہے۔ اور ہم روتے ہیں آپ تو فرمایئے کہ آپ کیوں نہیں روتے
یا کہ آپ کے دلمیں رحم ہی نہیں۔ جب آپ کے دلمیں رحم ہی نہیں تو اب ہم کو آپ سے کیا امید
ہے۔ ہم کو تو آپ سے بڑی توقع ہے کہ آپ ہم کو تکلیف میں نہ چھوڑیں گے اور جبکہ ۲۱۸
حشر کے لیئے عرش آراستہ کیا جاوے گا تو آپ اُس روز ہمارے شفیع ہوں گے۔ ایسے
بے پناہ دن اور سیاہی آفتاب کے سبب رات میں ہم کو آپ کے اکرام کی بڑی امید ہے
اوسوقت جبکہ کسی مجرم کو امان نہوگی اُسوقت ہمارا ہاتہہ ہوگا اور آپ کا دامن۔ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا نہیں چھوڑ سکتا
ہیں جان و دل سے عاصیوں کی سفارش کروں گا تاکہ اون کو بھاری شکنجہ سے رہائی دلاؤں
گناہگاروں اور اہل کبائر کو میں کوشش کے ساتہہ پیمان شکنی کے عتاب سے چہڑاؤنگا
میری امت کے نیک لوگ تو اِس تکلیف کے ذمہ نہیں میری (نجات کے لیے اور عذاب سے
چہڑانے کے واسطے) سفارشوں کی طرف سے خود ہی بفکر ہیں بلکہ وہ خود دوسروں کی
سفارش کریں گے اور اون کی سفارش یوں مانی جاوے گی جیسے کہ کسیکا حکم نافذ
ہوتا ہے پس اگر ایسی سفارش کی ضرورت ہے تو گناہگاروں کو لہذا میں یہ مخصوص
سفارش اونہیں لوگوں کی کروں گا اسپر کوئی شبہ نہ کرے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں

لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کیونکہ اول تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش ہی نہ کرسکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو سزا نہ ہوگی اور اگر ہو بھی تب بھی شبہ کی گنجایش نہیں کیونکہ حق سبحانہ نے مجھے اس سے ارفع کیا ہے کہ میں وازر اور گناہگار ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہیں ہی ان کے بعد جو بے گناہ اور قابل سفارش ہے وہ شیخ کامل ہے اور ان کی بات حق سبحانہٗ کے یہاں یوں ہی مقبول ہوتی ہے جیسے کمان کا تیر نشانہ پر لگتا ہے یا یوں کہو کہ وہ حق سبحانہ کے یوں مقبول ہیں جیسے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے لیکن شیخ کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ کرنا۔ کیونکہ گو شیخ کے معنی ہیں بڈھا یعنی جس کے بال سفید ہوں مگر بالوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہیئے۔ یہ بالوں سے مراد اون کی ہستی ہے۔ پس بالوں کے سفید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کالا بال ایک نہ رہے یعنی ہستی کا نام و نشان باقی نہ رہے پس جبکہ ہستی بالکل نہ رہی اب وہ بڈھا ہوگیا خواہ ظاہری بال بالکل سیاہ ہوں یا کھچڑی ہوں پیر سمجھ لو کہ سیاہ بالوں سے مراد اوصاف بشریہ یعنی صفات ذمیمہ ہیں۔ ڈاڑھی اور سر کے بال نہیں ہیں چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام گہوارہ میں آواز دیکر پکار رہے تھے کہ ہم ابھی عرفی جوان بھی نہیں ہوئے بلکہ بچہ ہی ہیں اور حقیقی بڈھے ہوگئے جبکہ بڈھے کے معنی یہ قرار پائے تو اگر کسی میں بعض صفات ذمیمہ موجود ہوں اور بعض زائل ہوچکی ہوں تو وہ شیخ۔ پیر اور بڈھا نہیں ہوا۔ بلکہ ادھیڑ اور ناقص ہے اور اگر صفات رذیلہ میں سے کوئی صفت بھی اس میں باقی نہیں تو وہ شیخ اور مقبول خدا ہے اور جبکہ بال سر اور ڈاڑھی کے سب سفید ہوں مگر ہنوز اوس کی خودی اور ہستی فنا نہیں ہوئی تو نہ وہ پیر ہے اور نہ حق سبحانہ کے خواص اور خلص عباد اللہ میں ہے اور اگر بال برابر بھی صفات ذمیمہ اس میں باقی ہیں تو وہ حق سبحانہ کا مقرب کامل نہیں۔ بلکہ فی الجملہ دنیادار ہے۔ اس مضمون کو ختم کرکے مولانا پیر گھر کے لوگوں کی گفتگو کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چیں ہیں۔ لیکن باانیہمہ آپ اتنے

۲۱۹

بے شفقت کیوں ہیں اور بچوں پر آپ کو رحم کیوں نہیں آتا۔ یا آپ کے دل میں درد ہی نہیں فرمایئے تو یہ کیا قصہ ہے ✤

شرح شبیری

ایک شیخ بزرگوار کا اپنے بیٹوں کی موت پر جزع و فزع نہ کرنا

۲۲۰
بود شیخے رہنمائے پیش ازیں آسمانی شمع برروئے زمین

یعنی ایک شیخ رہنما پہلے زمانہ میں تھے اور وہ روئے زمین پر ایک آسمانی شمع (ہدایت) تھے ✤

چون پیمبر درمیان امتان درکشائے روضۂ دار الجنان

یعنی پیمبر کی طرح کہ وہ امتوں کے درمیان میں ہو اور جنت کے باغ کا دروازہ کھولنے والے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے لوگوں میں ایسے رہنما تھے جیسے کہ پیمبر امت میں ہوا کرتا ہے ✤

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش چون نبی باشد میانِ قومِ خویش

یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیخ آگے چلنے والا اپنی قوم میں مثل نبی کے

(باقی آئندہ)

ف وقد كان في كل مائة من جدد الدين بمعنى تهذيبه عما ادخلوه فيه من غيره والاهتمام بادخال ما اخرجوه منه فيه وقد كان بعض المجددين من الصوفية

ف ۔ اور (حدیث کے موافق) ہر صدی میں ایسا شخص ہوتا رہا ہے جس نے دین کی تجدید کی ہے اور تجدید کے یہ معنی ہیں کہ دین کو ان چیزوں سے صاف کر دیا جو کہ غیر دین تھیں اور لوگوں نے دین میں داخل کر لی تھیں اور جو دین کی چیزیں دین سے خارج کر دی تھیں انکو داخل دین کرنیکا اہتمام کیا اور بعض مجددین حضرات صوفیہ میں سے بھی ہوئے ہیں

الحديث ان بلالا كان يبدل الشين في الاذان سينا قال المزني فيما نقله عن البرهان السفاقسي انه اشتهر على السنة العوام ولم نره في شئ من الكتب وسيأتي في سين من السين المهملة ثم قال في سين سين بلال عند الله شين قال ابن كثير انه ليس له اصل ولا يصح **ف** وما يوجد في بعض كتب التصوف فليس بحجة انما اوردوه بناء على حسن الظن بالراوي فهم معذورون فيه

حدیث بلال رضہ شین کی جگہ اذان میں سین کہتے تھے۔ مزنی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہو گیا ہے اور ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا آگے سین میں بھی اس کا ذکر آوے گا پھر سین میں یہ کہا ہے کہ بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں اور یہ صحیح نہیں۔

ف اور بعض کتب تصوف میں جو پایا جاتا ہے وہ حجت نہیں مگر اونہوں نے راوی کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر لکھدیا ہے اسلئے وہ معذور ہیں۔

کون بعض المجددین من الصوفیہ

۷۷

نامعتبر حدیث سین بلال

عدم صحت حدیث ولادت

الحدیث بعثت فی زمن
الملك العادل
ثم قال فی الواو ولدت
فی زمن الملك
العادل لا اصل له
وقال الحلیمی فی الشعب
انه لا یصح۔ **ف**
وما یوجد فی بعض الكتب
فمر جوابه آنفًا

۷۸

الحدیث جف القلم بما هو
كائن عند القضاعی فی مسنده
من حدیث مسعر بن كدام
عن المنبعث الاثرم سمعت
كردوسًا سمعت ابن مسعود
سمعت النبی صلی الله علیه
وسلم یقول جف القلم
بالشقی والسعید
وفرغ من اربع من
الخلق والخلق والاجل
والرزق وكذا اخرجه
الدیلمی بلفظ

حدیث میں عادل بادشاہ (نوشیرواں)
کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں اسکی کچھ اصل
نہیں اور حلیمی نے شعب میں کہا ہے کہ
یہ صحیح نہیں اور بعض کتابوں میں جو پایا جاتا
ہے جیسا بوستاں میں ہے ؎
سزد گر بدورش بنازم چناں
کہ سید بدوران نوشیرواں
اس کا جواب ابھی (اوپر) گذر چکا ہے
(یعنی حسن ظن بالراوی کی بنا پر نقل کردیا)
حدیث خشک ہو چکا قلم ہونیوالی
چیز پر قضاعی کی مسند میں مسعر بن کدام
کی روایت سے جسکو وہ منبعث اثرم
سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔
میں نے کردوس سے سُنا وہ کہتے ہیں
میں نے ابن مسعود سے سُنا وہ کہتے ہیں
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا
فرماتے تھے کہ قلم خشک ہو چکا ہے شقی
اور سعید پر اور چار چیزوں سے وہ فارغ
ہو چکا صورت سے اور اخلاق سے اور
وقت موت سے اور رزق سے اور اسیطرح
روایت کیا ہے اسکو دیلمی نے اس لفظ سے

جرٰی بدل جف وقال فی تعرف عن الطبرانی (بسندہ) عن ابن عباس (الحدیث الطویل) وفیہ قد جف القلم بما ھو کائن **ف** واستحضار الحدیث تزید فی التوکل والتفویض قوۃ تراھا فی الصوفیۃ

الحدیث حب الوطن من الایمان لم اقف علیہ۔ **ف** والعذر ما سبق انفا فی ان بلا و فی بعثت

الحدیث الحدۃ تعتری خیار امتی ھو فی مسند الحسن بن سفیان من جھۃ اللیث عن زوید بن نافع قلت لابی منصور الفارسی یا با منصور لولا حدۃ فیک فقال ما یسرنی بحدتی کذا وکذا وقد قال رسول اللہ

کہ قلم چل چکا ہے بعوض اس لفظ کے کہ قلم خشک ہو چکا اور کلمہ تعرف کے تحت میں کہا ہے کہ طبرانی سے اسکی سند کے ساتھ ابن عباس سے ایک طویل حدیث میں یہ بھی ہے کہ قلم خشک ہو چکا ہے ہونے والی چیز پر **ف** اس حدیث کے مستحضر رکھنے سے توکل اور تفویض میں قوت ہوتی ہے جسکو تم صوفیہ میں دیکھتے ہو۔

حدیث وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا **ف** اور عذر وہی ہے جو ابھی ان بلالا میں اور بعثت میں گذرا ؛

حدیث۔ تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے یہ حدیث حسن بن سفیان کی مسند میں لیث کی جہت سے منقول ہے وہ زوید بن نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو منصور فارسی سے کہا کہ اگر تمہارے اندر تیز مزاجی نہوتی (توخوب ہوتا) انہوں نے فرمایا مجھکو اس تیزی کے بدلہ اتنا اتنا ملے تب بھی میرے لیے موجب مسرت نہ ہو رسول اللہ

۷۹ حب الوطن من الایمان

الحدۃ تعتری

صلی اللہ علیہ وسلم ان الحدۃ تعتری خیار امتی (وسماہ بعضھم یزید بن ابی منصور وحکم علیہ بالصحبۃ) وفی بعض الروایات بلفظ لیس احد اولی بالحدۃ من صاحب القرآن لعز القرآن فی جوفہ ف ویوجد مثل ھذہ الحدۃ فی اھل اللہ حقیقتھا الغیرۃ علی الحق وحقیقۃ اظھارھا ترک التکلف

۴۰ الحدیث الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ والبیہقی فی الشعب کلھم من حدیث ابراھیم عن الاسود عن ابن مسعود بہ مرفوعاً ورواہ البیہقی ایضاً وابو نعیم وابو یعلی والبزار والطبرانی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیزی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے (اور بعض نے اونکا نام یزید بن منصور کہاہے اور ان کو صحابی کہا ہے) اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کوئی شخص تیزی کا مستحق قرآن والے سے زیادہ نہیں بوجہ عزت قرآن کے ف بعض اہل اللہ میں ایسی تیزی پائی جاتی ہے اور اسکی حقیقت حق پر غیرت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلیف ہے۔

حدیث۔ مخلوقات اللہ تعالی کی عیال (کے مشابہ) ہے سو اللہ تعالی کے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اسکی عیال کے ساتھ احسان کرے روایت کیا اسکو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب میں ان سب نے ابراھیم کی روایت سے اور وہ اسود سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن مسعود سے مرفوعاً اسی لفظ سے (جو اوپر مذکور ہوا) نیز اسکو بیہقی اور ابو نعیم اور ابو یعلی اور بزار اور طبرانی نے اور

نفحات عنبر الخلق ۵۰۰۰۰ روپیہ

دیباچہ امثال عبرت

(حصہ اول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

بعد حمد و صلوٰۃ عرض کرتا ہے بندہ ناچیز **محمد مصطفیٰ** بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی کہ فی زمانہ حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب تھانوی مدظلہم کے وعظ کو حق تعالیٰ نے وہ خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو کسی وعظ و تقریر میں کم موجود ہیں جتنی خوبیاں ظاہری و باطنی کسی کلام میں ہو سکتی ہیں سب ہی تو اس میں موجود ہوتی ہیں۔ علوم ظاہری بھی ہوتے ہیں اور تصوف کا تو گویا عطر ہوتا ہے موقع محل پر کہیں کہیں ابیات اور حکایات۔ اور مثالیں بھی ہوتی ہیں۔ جس سے کلام موثر اور ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ غرض وعظ تمام علوم و فنون کا مجموعہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فن اور ہر مذاق کا آدمی اس سے حظ اٹھاتا ہے۔ یہاں وعظ کی خوبیاں بیان کرنا مقصود نہیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ بہت سے شائقین علوم نے حضرت کے وعظوں میں سے اپنے اپنے مذاق کے موافق جس مضمون کو مفید سمجھا اسکو منتخب کر کے الگ جمع کر دیا ہے مثلاً مضامین تصوف کو ایک صاحب نے الگ جمع کیا وہ مضامین بعنوان الرفیق فی سواء الطریق رسالہ الامداد میں چھپے[1] ہیں اور ایک صاحب نے مستورات اور عوام کے سمجھنے کے لایق مضامین کو انتخاب کر کے **تسہیل المواعظ** نام رکھ دیا۔ از انجملہ احقر نے بھی چند قسم کے مضامین کو منتخب کر کے الگ الگ ناموں سے موسوم کیا ہے منجملہ ان وہ ابیات ہیں جو حضرت

---

[1] الحمد للہ یہ مضمون ایک معتد بہ مقدار میں چھپکر شائع ہو چکا ہے ۱۲

[2] یہ بسلسلہ رسالہ الہادی میں مسلسل طبع ہو رہا ہے ۱۲ منہ

والا کے وعظوں میں آئے ہیں اور اس مجموعہ کا نام **ابیات حکمت** رکھدیا یہ ابیات[1] اسوقت تک تعداد میں تیرہ سو سے کچھ زیادہ ہو گئے ہیں (مناسبت نام کی ظاہر ہے) اور منجملہ آن وہ مضامین ہیں جو از جنس واردات قلبیہ ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتے اور صرف حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے فائض ہوتے ہیں انکو جمع کرکے **العلم الغیر المنقول**[2] نام رکھدیا۔ اور منجملہ آن وہ مضامین ہیں جن کو حضرت والا نے حضرت قطب عالم حاجی **امداد اللہ** صاحب نور اللہ مرقدہ کے حوالہ سے بیان فرمایا انکو جمع کرکے **علوم امدادیہ**[3] موسوم کیا اور منجملہ آن وہ لطائف و ظرائف ہیں جو مواعظ میں آئے ہیں انکا نام **لطائف اشرفی**[4] رکھا اسی قبیل سے یہ مجموعہ ہے اس میں وہ حکایات اور مثالیں ہیں جو مواعظ میں ارشاد ہوئی ہیں چونکہ حکایات و امثال سے غرض عبرت حاصل کرنا ہے اسواسطے اس کا نام **امثال عبرت** رکھا جاتا ہے۔ نیز اس کا انتخاب ابیات حکمت کے متصل ہوا تھا۔ ابیات حکمت اور امثال عبرت میں توازن بھی ہے اِس سے ابتدائی غرض احقر کی صرف یہ تھی کہ بروقت بیان حضرت والا کے مواعظ کے ضبط کرنے میں کاتبین کو سہولت ہو اس طرح کہ حکایات و امثال ایک جگہ منضبط ہو جاویں تو بیان میں جہاں حکایت یا مثال آوے اوس کا کچھ پتہ دیکر چھوڑ دیا جاوے اور بروقت تبییض اس مجموعہ سے اسکو نقل کرلیا جاوے اور یہی اصل غرض ابیات حکمت کے جمع کرنے سے بھی تھی مگر بعد میں ثابت ہوا کہ یہ مجموعہ نہ صرف کاتبین وعظ کے لیے مفید ہے بلکہ ہر شخص کے کام کی چیز ہے آن حکایات میں طالبین کے لیے بہت سے علوم و فوائد ہیں جیسا کہ پہلے بھی لوگوں نے اسی مصلحت سے حکایات لکھی ہیں اِس واسطے اسکو خاص اہتمام کے ساتھ جمع کیا گیا۔ چونکہ حضرت کے مواعظ کا سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے (حق تعالیٰ اسکو عرصہ دراز تک جاری و فائض رکھے) اسوجہ سے کہیں اس کا اختتام نہیں ہوا لہٰذا سہولت کے لیے اس کے حصے کردیے گئے ہیں چنانچہ دو حصہ تیار ہیں۔ ناظرین دعا

[1] یہ مجموعہ ابھی طبع نہیں ہوا۔ [2] یہ مجموعہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔ [3] یہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔

[4] یہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔ ۱۲ منہ

فرمائیں کہ یہ سلسلہ ایک کافی حد تک جاری رہے یہ دو حصے گویا نمونہ ہیں اگر توفیق ہوئی تو
احقر اس سلسلہ کو جاری رکھے گا ورنہ جس کسی سے ہو سکے اسکو تمام فرمائیں نظر بانضباط و
سہولت امثال عبرت کے مضامین کی ترتیب ابواب ذیل پر رکھی گئی ہے اور ھر
ہر حکایت کو جس جزو کے مناسب سمجھا اسی میں درج کیا گیا ہے کتاب العلم +
کتاب العبادات + کتاب المعاملات + کتاب العادات +
کتاب المعاشرات + کتاب الاخلاق + کتاب الکرامات +
کتاب المتفرقات + ان میں سے بعض اجزا کے مضامین صرف حصہ اول میں ہیں
اور حصہ دوم اب تک ان سے خالی ہے وہ اجزا یہ ہیں۔ کتاب العبادات
کتاب المعاملات + کتاب المعاشرات + کتاب الکرامات +
کتاب المتفرقات + غرض حصہ دوم میں صرف یہ اجزا ہیں۔ کتاب العلم +
کتاب العادات + کتاب الاخلاق + اور مثالوں کو سب کو کتاب العلم
میں درج کیا گیا ہے۔ اور اسوجہ سے کہ اس کا نفع صرف کا تبان وعظ تک محدود نہیں
معلوم ہوا اکثر حکایات کے بعد ان کے نتائج بعنوان فائدہ درج کیے گئے ہیں اور
ہر ہر حکایت اور مثال کا حوالہ بھی دے دیا گیا کہ یہ کس وعظ میں سے نقل
کی گئی ہے مع حوالہ صفحات اور تمام ان مواعظ کی فہرست بھی شروع میں لگادی
ہے جن میں سے یہ انتخاب ہو چکا ہے تاکہ اس کے بعد کے حصص اُن کے سوا اور
مواعظ میں سے منتخب کئے جاویں +

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

۱۴ - ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

۳
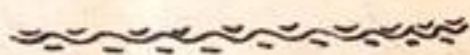
کِتَابُ العِلْمِ

(۱) **حکایت**۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر رضؓ! اسوقت تمھاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم قبر میں تن تنہا رکھے جاؤگے اور دو نہایت عجیب الخلقت فرشتے تم سے آکر توحید و نبوت کے بارے میں سوال کرینگے حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا اور کس قدر پیارا جواب عرض کیا اور اگر وہ بھی یہ جواب نہ دیتے تو کون دیتا حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ فرمایئے کہ اس وقت ہماری عقل رہے گی یا نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں عقل باقی رہے گی بلکہ عقل میں اور ترقی ہوجائیگی (کیونکہ ہیولانی حجاب اسوقت باقی نہ رہیں گے) حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ یارسول اللہ اگر عقل باقی رہی تو کوئی خوف کی بات نہیں انشاء اللہ سب معاملہ درست ہوگا۔

۴

(وعظ کمال الصوم والعید دعوات عبدیت جلد دوم وعظ ہفتم ص۸ س ۱۸)

(۲) **حکایت** حضرت رابعہ کو جس وقت دفن کیا تو حسب قاعدہ فرشتوں نے آکر سوال کیا تو حضرت رابعہ نہایت اطمینان سے جواب دیتی ہیں کہ کیا اس خدا کو جس کو عمر بھر یاد رکھا اگر ہزار زمین کے نیچے آکر بھول جاؤں گی تم اپنی خبر لو۔ کہ بڑی مسافت طے کرکے آئے ہو تم کو بھی یاد ہے کہ نہیں سبحان اللہ ان حضرات کا بھی کیا اطمینان ہے اسی کو ایک بزرگ نے کہا ہے ؎

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست	گویم آنکس کہ ربود این دل دیوانہ ما

(ایضاً ص۹ س۸)

(۳) **حکایت**۔ حدیث میں ایک صحابی حضرت ثوبان کا واقعہ آیا ہے کہ وہ

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ اگر ہم جنت میں گئے بھی تو ہم کو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہوسکتا جو درجہ آپ کا ہوگا اور جب ہم اس درجہ میں نہ پہونچ سکیں گے تو آپ کے دیدار سے محروم رہیں گے اور جب آپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا تو ہم جنت کو لیکر کیا کریں گے حضور نے یہ سنکر سکوت فرمایا آخر وحی نازل ہوئی کہ من یطع اللہ و رسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم الآیہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کی تسلی فرمائی (الیضاً صہ ۱۳ سطر ۱)

(۴) **مثال** - انبیاء علیہم السلام کو جو توجہ الی الخلق ہوتی ہے وہ چونکہ بامر خداوندی ہے لہٰذا اس امتثال کی وجہ سے اس توجہ الی الخلق میں خود توجہ الی اللہ موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام امت کی طرف جو متوجہ ہوتے ہیں اور اون کو پیغام پہنچاتے ہیں سواسی لئے کہ اس توجہ و تبلیغ کا اُن کو حکم ہے اور اس کا امتثال اُن پر واجب ہے حضرات انبیاء ؑ کی اس توجہ الی الخلق کے ساتھ توجہ الی اللہ کی مثال یہ ہے کہ اگر تم کسی آئینہ کی طرف اس لئے متوجہ ہو کہ اسمیں تمہارے محبوب کا عکس نظر آرہا ہے۔ جبکہ کسی وجہ سے خود اس کے عین کو نہ دیکھ سکو تو گو ظاہراً تمہاری توجہ آئینہ کی طرف ہے لیکن عین یہ توجہ عین محبوب کی طرف توجہ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے تمام خلائق مرأت ہیں جس کی طرف متوجہ ہونے سے مقصود ان کا عین توجہ الی الحق ہے پس ان کے لیے توجہ الی الحق سے مانع نہیں (الیضاً صہ ۱۵ سطر ۱)

(۵) **مثال** - قانون شاہان میں تجارت اور زراعت سے بحث کیجاتی ہے مگر اس طرح کہ کونسی تجارت جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے تاکہ امن قائم رہے یہ کسی قانون میں نہیں ہے کہ تجارت اس طرح کرنی چاہیئے اور نفع کی فلاں فلاں صورتیں ہیں اور اگر قانون کی کتاب میں ساری باتوں کا ہونا ضروری ہے تو بتلائیے قانون گورنمنٹ میں یہ سب چیزیں کہاں ہیں بس قرآن بھی ایک قانون ہے امن اور نجات کا اور وہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں امن قائم رہے اور آخرت میں نجات ہو۔ غرض قرآن ایک قانون ہے تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ حکام ظاہری کے قانون میں

ان مسائل سائنس کو تلاش نہ کیا جائے اور خدا تعالیٰ کے قانون میں ان تمام باتوں کو تلاش کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں (ضرورۃ العلم بالدین جلد ۳ وعظ دوسرا ص ۳۵ ج ۲)

(۶) **حکایت** ایک مرتبہ ایک انجینیر ملے اور مجھ سے سوال کیا میں نے کہا کہ یہ بلاغت کے متعلق ہے آپ اسکو نہ سمجھ سکیں گے کہنے لگے کہ واہ صاحب عالم وہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے فہم کے مطابق سمجھا دے میں نے کہا کہ بہتر مجھے آپ اقلیدس کے مقالہ اول کے پانچویں شکل سمجھا دیجئے لیکن اس طرح کہ نہ تو اصول موضوعہ کا حوالہ ہو نہ علوم متعارفہ کا واسطہ ہو اگر اس طرح سمجھا نا ممکن ہے تو میں اوس تقریر کے سننے کا بہت زیادہ مشتاق ہوں اور اگر کہئیے کہ اس طرح سمجھانا ممکن نہیں تو میں کہوں گا کہ عالم اقلیدس وہی ہے جو ہر شخص کو اس کے فہم کے موافق سمجھا دے کہنے لگے تو اچھا ہم کو کیا کرنا چاہیئے میں نے کہا کہ اگر شوق ہے تو انجنیری کو طاق پر رکھیئے اور ہمارے پاس آکر میزان سے کتابیں شروع کیجئے جب اس مقام تک تعلیم پہونچے گی تو ہم تبلائیں گے کہنے لگے کہ کیا ہم اب بڑھے ہو کر پڑھنے بیٹھیں گے میں نے کہا کہ اگر تحقیق کا شوق ہے تو اسکی تو یہی صورت ہے اور اگر یہہ صورت منظور نہیں تو ہماری تقلید کیجئے اور جو کچھہ ہم کہیں اس کو مان لیجئے اور یہ بات ایسی بدیہی ہے کہ ہر شخص اسکو جانتا ہے اور رات دن اسی کے موافق کارروائی ہوتی ہے مثلاً اگر ایک شخص بوڑھا آپ کے پاس ۳۰ روپیہ ماہوار کی تنخواہ چھوڑ کر آیا اور سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار آپ سے پوچھے اور آپ نے حساب کر کے بتادی تو اگر وہ یہ کہے کہ سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار یہ کیونکر ہوگئی تو آپ اسکو کیا جواب دیں گے ظاہر ہے کہ یہی کہا جاویگا کہ تو فن حساب سے ناواقف ہے تیری سمجھ میں یہ نہ آئیگا اور اگر تو سمجھنا چاہتا ہے تو ابتدا سے جمع تفریق ضرب تقسیم وغیرہ سیکھ اس کے بعد اسکی وجہ دریافت کرنا اسپر اگر وہ کہے کہ کیا میں بوڑھا بڑھاپے میں حساب سیکھوں گا تو آپ یہی جواب دیں گے کہ وہ سمجھنے کے لیے تو اسی کی ضرورت ہے اگر اسکی ہمت نہیں تو جو کچھہ ہم کہتے ہیں اسکو سچ سمجھو (ایضاً ص ۶ سطر ۵)

(۷) **حکایت** ہمارے وطن میں ایک شاعر تھے ان کا انتقال ہوگیا ہے

اونہوں نے اپنا ایک دیوان مرتب کیا تہا نہایت ہی بیہودہ اسمیں ردیف ضاد نہ تہی لوگوں نے کہا کہ جناب اسمیں ردیف ضاد نہیں ہے کہنے لگے کہ دوسری کسی ردیف میں سے ایک غزل لیکر ہر شعر کے اخیر میں لفظ متعارض بڑھا دو اور ردیف ضاد میں لکھدو۔ اب غور کیجئے کہ انکی اس حرکت کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن بہی ایسا ہی دیوان ہو کہ اسمیں تمام ردیفیں ہوں گو بے ربط ہوں قرآن نے صرف دو چیزوں کا اہتمام کیا ہے ایک امن عام کہ اس دنیا میں رہ کر یہ حالت ہو کہ ؎

کسے را باکسے کارے نہ باشد

دوسرے خدا تعالیٰ کی رضا جوئی ان دو امر کے سوا اگر کوئی تیسرا مسئلہ آگیا ہے وہ اس کے تابع ہو کر آیا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن میں اس کے سوا اور کوئی مسئلہ نہ ڈھونڈھنا چاہیئے علیٰ ہذا اگر حکایتیں قرآن میں ہیں تو وہ بہی انہیں کی خادم ہو کر ذکر کی گئی ہیں (ایضاً صلا ۵)

(۸) **حکایت** مجہے ایک بڑھیا کا واقعہ یاد آتا ہے کہ جب وہ حج کو گئی اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے لگی تو دو تین پہیرے کر کے مطوف سے کہنے لگی کہ اب تو مجہہ سے نہیں ہو سکتے خدا کے لیے اب تو مجہے معاف کرو تو جیسے وہ بڑھیا یہ سمجہتی تہی کہ مطوف کے معاف کر دینے سے معاف ہو جاویں گے اسی طرح یہ لوگ بہی سمجہے ہیں۔ کہ مولوی اپنی رائے سے مسائل بدل کر ہماری اغراض کو پورا کر سکتے ہیں (ایضاً ص۱۰)

(۹) **حکایت**۔ ایک رئیس والئی ملک کسی بڑے حاکم سے ملنے گئے یہ رئیس بہت دبلے ہو رہے تہے اس حاکم نے پوچھا کہ آپ اسقدر دبلے کیوں ہو رہے ہیں اونہوں نے کہا کہ آجکل رمضان کا مہینہ ہے روزہ رکہنے کی وجہہ سے دُبلا ہو رہا ہوں کہنے لگا کہ آپ اپنے پادریوں سے کمیٹی کرا کر ان کو فروری کے مہینے میں کیوں نہیں کرا لیتے اونہوں نے کہا کہ جناب اس قسم کے اختیارات آپ ہی کی کمیٹی کو ہیں ہمارے علماء کی کمیٹی کو ایسے اختیارات نہیں ہیں۔ غرض پہلے تو غیر قومیں اس قسم کی درخواستیں پیش کرتی تہیں مگر افسوس اب مسلمان ہی اس قسم کی درخواستیں پیش کرنے لگے ہیں۔ بلکہ یہاں تک ستم ہونے لگا ہے کہ لوگ درخواست گذار کر رائے دینے لگے ہیں کہ ضرور ایسا کرنا چاہیئے۔ (ایضاً ص۱۰)

(۱۰) حکایت ۔ میں ایک مرتبہ لاہور گیا تو بہت سے خیر خواہان قوم نے یہ طے کیا کہ اسوقت سود کے مسئلہ پر گفتگو ہو جانی چاہیئے چنانچہ اون کی خواہش پر گفتگو کی گئی۔ لیکن جلسہ گفتگو کا خاص تھا یعنی صرف علماء تھے سب لوگ نہایت مشتاق تھے کہ دیکھئے کیا تجویز ہوتا ہے حالانکہ وہاں اس کے سوا کیا تجویز ہو سکتا تھا جو کہ تیرہ سو برس سے چلا آرہا ہے اس واسطے کہ اہل علم میں سے کسکی وہ ہمت ہو سکتی ہے جو کہ آجکل کے نوجوان ہمت کرتے ہیں۔ (ایضاً ص۱۷ س۱۵)

(۱۱) حکایت ایک صاحب نے ایک رسالہ میں حرم الربا میں یہ تحریف کی کہ ربوا کو بضم را کہا اور اسکے معنی اُچکنے کے لئے میں کہتا ہوں کہ اس سے سیدھی بات تو یہ تھی کہ زنا ہی کہدیتے کیونکہ زنا عربی کا لفظ تو ہے رُبا تو عربی کا لغت بھی نہیں بلکہ ربودن سے فارسی کا لغت ہے رہا رسم خط کا اشکال سو رُبا بضم الرا بھی واو سے نہیں ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کچھہ نہ دیتا تھا اس نے جاکر ایک عالم سے شکایت کی اونہوں نے لڑکے کو بلاکر اس کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ اگر قرآن شریف میں کہیں ماں کا حق نکل آئے تو میں ضرور دوں گا۔ کیونکہ یہ بالکل جاہل تھا۔ اس لئے اونکو فکر ہوئی کہ کوئی ایسی سبیل ہو کہ اسکی سمجھہ میں بھی آجائے آخر کہنے لگے کہ تو نے کچھہ قرآن بھی پڑھا ہے اس نے کہا کہ دو چار سورتیں پڑھیں ہیں کہنے لگے تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَھَبٍ پڑھی ہے اس نے کہا کہ ہاں جب اس نے تَبَّتْ پڑھی اور اس میں مَاکَسَبَ پڑھا تو کہنے لگے کہ دیکھہ اس میں تو لکھا ہے کہ ماں کا سب یعنی سب کچھہ ماں ہی کا ہے تیرا کچھہ بھی نہیں لڑکے نے کہا کہ مولوی صاحب اب دیا کروں گا تو اونہوں نے تو ایک ثابت شدہ مسئلہ کو اس جاہل کے ذہن نشین کرنے کے لیے محض ظرافت کے طور پر ایک اُردو کے جملہ کو قرآن کا جزو کہا تھا لیکن اس ظالم نے قرآن میں صریح تحریف کی کہ ربوا کو حلال کرنے کے لیے اس کی حرمت کو قرآن سے اُڑانا چاہا غرض ہر شخص قرآن اور احکام شریعت کے متعلق ایک نئی رائے اور تجویز رکھتا ہے (ایضاً ص۱۸ س ۲۰)

(باقی آیندہ)

حیوۃ المسلمین

چونکہ آجکل بوجہ بے علمی و بدعملی مسلمانوں پر عالم میں عموماً اور کشور ہند میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں لہذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی۔ طلب حق میں افزونی معیشت میں سہولت۔ خدا و رسولؐ کی محبت اہل و عیال کی خدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیوۃ طیبہ حاصل کرنے کے گر۔ گویا تمام خوبیوں کا ایک خزانہ جمع فرمادیا ہے یہ ۱۰۴ صفحے کی کتاب ہے مگر دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اسکی تمام خوبیاں ناظرین ''الہادی'' پر بخوبی ظاہر ہیں۔ قیمت دس آنے

محمد عثمان تاجر کتب و مدیر رسالہ الہادی دریبہ کلاں دہلی

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

آقا ر نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند سوانح عمری۔ ابتدا یعنی صورت نوریہ سے دخول جنت تک کے نہایت صحیح روایات سے بہت عمدہ طرز پر عام فہم اردو زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ جابجا اشعار شوقیہ سے زینت دی ہے یہ وہی مبارک کتاب ہے جسکے زمانہ تالیف میں ضلع مظفر نگر میں مرض طاعون پھیل رہی تھی اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا اور تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ زمانہ وبا میں اس کا مطالعہ دافع بلیات ہے جس مکان میں یہ روزانہ پڑھی جائے انشاء اللہ وہ مکان وبا سے محفوظ رہتا ہے۔ مزید براں ساتویں بار اور اضافہ جدیدہ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

ملفوظات مزید المجید

حضرت حکیم الامۃ مدظلہ کی ۱۴۵ ملفوظات کا مجموعہ جو طالبان دین کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً نہایت مفید ہیں اس کے مطالعہ سے عجیب و غریب تحقیقات کا انکشاف ہوتا ہے اس کا مطالعہ وہ کام دیتا ہے۔ جو برسوں کے مطالعہ کتب سے نہیں نکلتا۔ گویا ایک شیخ طریقت کی صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے

ضخامت ۸۷ صفحات قیمت ۶ر

محمد عثمان۔ تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی جانثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں

اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابوعبیدہ رض بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مقصود ہیں

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کر کے ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں ضخامت (۸۱۲) صفحات

قیمت تین روپے چار آنے محصول ڈاک گیارہ آنے۔

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی